SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Thursday, February 10, 2005

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at forty minutes past five in the evening with Mr. Chairman (Mr. Mohammedmian Soomro) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یاایھاالذین امنوآ ان جآء کم فاسق بنبا فتبینوآ ان تصیبوا قوماً بجھالة فتصبحوا علیٰ مافعلتم ندمین۔ واعلموا ان فیکم رسول اللہ لویطیعکم فی کثیرمن الامرلعنتم ولکن اللہ حبب الیکم الایمان و زینه فی قلوبکم وکرہ الیکم الکفروالفسوق والعصیان اولک ھم الرشدون۔ فضلا من اللہ ونعمة واللہ علیمٌ حکیمٌ۔

ترجمہ۔ مومنو! اگر کوئی بدکردار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو (مبادا) کہ کسی قوم کو نادانی سے نقصان پہنچا دو۔ پھر تم کو اپنے کئے پر نادم ہونا پڑے۔ اور جان رکھو کہ تم میں خدا کے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) موجود ہیں۔ اگر بہت سی باتوں میں وہ تمہارا کہا مان لیا کریں تو تم مشکل میں پڑ جاؤ۔ لیکن خدا نے تمہارے لئے تمہارے ایمان کو عزیز بنا دیا اور اس کو تمہارے دلوں میں سجا دیا اور کفر اور گناہ اور نافرمانی سے تم کو بیزار کر دیا۔ یہی لوگ راہ ہدایت پر ہیں۔ (یعنی) خدا کے فضل و کرم اور اس کے احسان سے۔ اور خدا جاننے والا (اور) حکمت والا

ہے۔ (سورۃ الحجرات آیات ۶ تا ۸)

جناب چیئرمین، جزاک اللہ - بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد۔

LEAVE OF ABSENCE

جناب چیئرمین، جناب محمد اسحاق ڈار ملک سے باہر ہونے کی وجہ سے مورخہ ۷ فروری کو اجلاس میں شرکت نہیں کرسکے تھے - اس لئے انہوں نے اس تاریخ کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے - کیا یہ ایوان ان کی رخصت منظور کرتا ہے ؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین، پروفیسر ساجد میر نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ ۱۱ فروری کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے - کیا یہ ایوان ان کی رخصت منظور کرتا ہے ؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین، جناب گلزار احمد خان نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر حالیہ مکمل اجلاس کے لئے رخصت کی درخواست کی ہے - کیا یہ ایوان ان کی رخصت منظور کرتا ہے ؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین، جناب اسفند یار ولی نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر آج مورخہ ۱۰ فروری کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے - کیا یہ ایوان ان کی رخصت منظور کرتا ہے ؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین، ڈاکٹر نگہت آغا ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ ۷ فروری کو اجلاس میں شرکت نہیں کرسکیں - اس لئے انہوں نے اس تاریخ کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے - کیا یہ ایوان ان کی رخصت منظور کرتا ہے ؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین، جناب محمد امین دادا بھائی نے ذاتی مصروفیات کی بناپر مورخہ ۷ فروری تا ۱۱ فروری ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے - کیا یہ ایوان ان کی رخصت منظور کرتا ہے ؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین، جناب کامل علی آغا نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ ۴، ۹ اور ۱۰ فروری کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے - کیا یہ ایوان ان کی رخصت منظور کرتا ہے ؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین، جناب جسٹس (ر) عبدالرزاق تھیم نے اطلاع دی ہے کہ وہ بعض مصروفیات کی بنا پر مورخہ ۱۱ فروری کو اجلاس میں شرکت نہیں کرسکیں گے۔

جناب حامد رضا ہراج نے اطلاع دی ہے کہ وہ پہلے سے طے شدہ مصروفیات کی بنا پر مورخہ ۱۲ فروری تک اجلاس میں شرکت نہیں کرسکیں گے۔

جناب بابر خان غوری نے اطلاع دی ہے کہ وہ کراچی جارہے ہیں۔ اس لئے مورخہ ۱۰ اور ۱۱ فروری کو اجلاس میں شرکت نہیں کرسکیں گے۔

The Question Hour was agreed to be suspended, will somebody want to move, please?

سینیٹر سعدیہ عباسی، پوائنٹ آف آرڈر جناب چیئرمین

جناب چیئرمین، اس کے بعد میں آپ کی بات سنتا ہوں۔

سینیٹر سعدیہ عباسی، جناب چیئرمین! کورم نہیں ہے۔

جناب چیئرمین، اچھا کورم نہیں ہے۔

Can we count?

سینیٹر سعدیہ عباسی ، جی ضرور count کریں - یہ ہے Treasury Benches کی seriousness - اگر اپوزیشن بھی یہاں نہ ہو اور یہاں سے ہم باہر چلے جائیں تو پھر ان کے تین بندے ہیں۔

جناب چیئرمین، کورم point out ہوگیا ہے۔ گن لیں۔

(گنتی کی گئی)

جناب چیئرمین، ہوگیا ہے، مکمل ہوگیا ہے۔ جی شیرافگن نیازی۔

Dr. Sher Afgan Khan Niazi (Federal Minister for Parliamentary Affairs): Sir,

اس سے پہلے دلاور عباس صاحب کی ایک رپورٹ ہے وہ lay ہو جائے ایک bill introduce کرنا ہے۔ بعد میں یہ کرلیں۔

جناب چیئرمین، رپورٹ صرف lay ہو جائے اس کے بعد کرلیں۔ جی دلاور عباس۔

Senator Syed Dilawar Abbas: Thank you sir, with the permission of the Chair, I beg to place the report of the Standing Committee on Petroleum and Natural Resources for the period June 2004 to December,2004.

Mr. Chairman: Leave is granted and the report stands laid.

Senator Syed Dilawar Abbas: There is another report, sir.

جناب چیئرمین، وہ بھی کر لیتے ہیں - دلاور عباس صاحب نمبر تین بھی آپ کی ہے -

Senator Syed Dilawar Abbas: Thank you sir. With the permission of the Chair, I present the report of the Standing Committee on Petroleum and Natural Resources which took the *suo moto* notice for incident at Sui-Gas Fields. The report will take place before the House.

Mr. Chairman: The report is laid.

(اس موقع پر اذان مغرب کی آواز ایوان میں سنائی دی)

You want to take points of order before we disburse for prayer.

Ch. Shahid Anwar Bhinder (Minister of State for Law, Justice & Human Rights): We want to introduce the Bill sir.

Mr. Chairman: Yes.

Introduction of The Contempt of Court Bill 2005.

Ch. Shahid Anwar Bhinder: Mr. Chairman, I move to introduce the Bill to regulate the exercise of power of the courts to punish for contempt of court [The Contempt of Court Bill,2005].

Mr. Chairman: We refer it to the Committee. It stands referred to the Committee. Should we now take points of order? Ok. We will disbruse for prayer and meet again *Insha Allah* at sharp 6.15 pm.

(The House was,then adjourned for *Mughrab* Prayers.)

(وقفہ نماز مغرب کے بعد اجلاس کی کارروائی زیر صدارت جناب چیئر مین جناب محمد میاں سومرو شروع ہوئی ۔)

جناب چیئرمین، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

سینیٹر سعدیہ عباسی : جناب والا! Point of Order.

سینیٹر پروفیسر غفور احمد، جناب والا! Point of Order.

جناب چیئرمین، میرا خیال ہے کہ پہلے سعدیہ صاحبہ کا Point of Order لے لیتے ہیں ۔

POINTS OF ORDER.

RE: THE INCIDENT OF SUI GAS FIELD.

Senator Saadia Abbasi: Thank you Mr. Chairman!

ابھی میں نے یہ رپورٹ دیکھی ہے جو Petroleum and Natural Resources کی کمیٹی کے چیئرمین سید دلاور عباس نے پیش کی ہے جو کہ Sui Gas Field incident کے بارے میں ہے۔ جناب چیئرمین! مجھے نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہ اتنا serious incident ہے، جس کے بارے میں سینیٹ نے تین دن بحث کی ہے اور جس پر پورے ملک میں ایک قسم کی controversy شروع ہو چکی ہے۔ بلوچستان میں بگٹی tribe نے اس مسئلہ پر arms اٹھا لئے ہیں ۔ The incident and the controversy and the heart of this controversy was the involvement of an Army Officer in this incident. یہ جو رپورٹ انہوں نے لکھی ہے It is an eye wash اور مجھے افسوس ہے کہ اس طرح کی رپورٹ کمیٹی نے دی ہے۔ کمیٹی کا مقصد کیا ہوتا ہے ؟ مقصد یہ ہوتا ہے کہ controversy کو دیکھا جائے اور اس میں سب پارٹیوں کو بلایا جائے، ان سے پوچھا جائے اور ان سے سوال اور جواب کئے جائیں And they should get to the heart of the controversy. اس میں basically انہوں نے یہ کہہ دیا ہے کہ PPL غیر ذمہ دار ادارہ ہے اور آئندہ کے لئے PPL والے کہہ کر گئے ہیں they are going to take notice of it. Sir, I regret this report. This report is completely inadequate and his is not a report. This is an ancident which is not closed, which is not resolved. اس میں IG کو نہیں بلایا گیا۔ جو Army Officer ملوث تھا، اس کے Commanding Officer کو نہیں بلایا گیا۔

This report is in fact intended to exonerate the Army and the persons who are

responsible in this incident. I regret, your honour, this is the report which is inadequate for want of better words. I will just say that it is a completely inadequate report. Thank you.

جناب چیئرمین : دلاور صاحب! کیا آپ اس پر بولیں گے۔

سینیٹر سید دلاور عباس جی ۔

جناب چیئرمین : تاہم میں اس سے پہلے تھوڑا سا عرض کر دوں کہ اس کمیٹی کا ایک بڑا specific purpose تھا۔ جو دوسری enquiry Hight Court کے judge کر رہے ہیں That is continuing and interviewing all these concerned people. ان کا subject ایک Petroleum Company enquiry کا تھا۔ اس کے متعلق انہوں نے خود وہاں جا کر دیکھا کہ کیا صورت حال ہے۔ I think in that context it should be taken but it is not a conclusive اس پر الگ enquiry ہو رہی ہے۔ جب آپ ایک چیز پر زیادہ enquiry کریں گے تو یہ overlap ہو جائے گا۔ اس لئے اس کمیٹی کا purpose اور تھا as I saw it لیکن دلاور صاحب! اگر آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں تو کہیں۔

Senator Syed Dilawar Abbas: I think my colleague Senator did not read those lines which say ...... ,that is PPL version. It is only with the consent of the Committee Members .

جس میں چاروں بلوچ لیڈر تھے اور سینیٹر رخسانہ زبیری تھیں

That was all and it was clearly written in the report that this is about the PPL version and you have very rightly pointed out that we only took *suo* moto notice for the PPL position as a Petroleum Committee. Remaining report, we are nothing to do.

Senator Saadia Abbasi: It has only said that recent incident at Sui Gas Field PPL Version .

اور اگر کمیٹی کا یہ mandate ہے تو پھر ایسی رپورٹ کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین : اس کمیٹی میں تو ہمارے سارے colleagues ہیں۔

سینیٹر سعدیہ عباسی : جناب چیئرمین ! یہ اتنا بڑا incident اس لئے بنا کہ There was involvement of an Army Officer in it. یہ کہہ دینا کہ یہ PPL ہے اور PPL آئندہ بہت ذمہ دارانہ طریقے سے کام کرے گی ۔ It is not enough, it is not adequate. You know, the purpose of Senate Committee should be that they should get to the heart of it. بھائی ! یہ IG Police کو بلا سکتے تھے۔ اس کو انہوں نے کیوں نہیں بلایا۔ پھر انہوں نے کہا کہ پولیس investigate کر رہی ہے ۔سندھ کی پولیس کر رہی تھی، بلوچستان کی پولیس کر رہی ہے، کہاں کر رہی ہے؟ پھر یہ ہے کہ نصیر آباد کے پولیس آفیسر کی جو رپورٹ تھی اس کو اس کا حصہ بنا دیں۔

What is this, what part of report is this? What of its result, what does it tell us? It tells us nothing. The controversy, the issue for which the Senate debated, for which the whole country wants to know is that why was that army officer not taken to task. That was the issue.

Mr. Chairman: I think اس کی investigation ہو رہی ہے ۔ And that is the whole purview ان کا mandate different تھا۔ جی طارق عظیم صاحب۔

Senator Tariq Azeem Khan (Minister of State for Overseas Pakistanis): Mr. Chairman, I did point this out earlier when I was debating Balochistan on that date. It is said that some honourable Senators keep referring to this army Captain. Where is the lady herself when she spoke this recently on a private channel programme, when she said that she was blind folded throughout. This is a letter that has been printed. So, to accuse somebody and say that somebody is involved in it unless ********.

(interruption)

Mr. Chairman: I think, let's not make any personal insinuation. Let it be expunged from the record.

(*** Words expunged by the orders of the Chairman.)

(interruption)

جناب چیئرمین، بس expung ہو گیا ہے۔

(interruption)

Senator Tariq Azeem Khan: Please, let me complete. I apologize, I didn't mean you in person. Let me please complete my sentence.

(interruption)

Mr. Chairman: He has apologized.

سن لیں۔

Senator Tariq Azeem Khan: I repeat again that unless somebody accusing somebody was present on the spot, right. So, whosoever is accusing the person, if he or she is not present, it is unfair for the person to accuse an individual especially if a person has not been tried, you have to presume innocence till you have found guilty that is just the bases of natural justice. That is all what was I saying.

(interruption)

Senator Mian Raza Rabbani (Leader of the Opposition): Mr. Chairman, you have given the floor to me. Could I ask a question from the honourable Minister?

جناب چیئرمین، جی بولیں۔

سینیٹر میاں رضا ربانی، جناب چیئرمین صاحب! یہ نہایت افسوس کی بات ہے کہ اس قسم کی گفتگو خاص طور پر ایک خاتون سینیٹر کے لیے منسٹر صاحب نے استعمال کی، پچھلی دفعہ بھی جب ایوان کے اندر یہ بحث ہو رہی تھی تو انہوں نے کم و بیش اسی قسم کی گفتگو دوسرے سینیٹرز کے لیے استعمال کی لیکن ہم نے اس بات کو درگزر کر دیا۔ چلیں، جوش خطابت میں انہوں نے یہ بات کر دی۔ جہاں تک وہ اس خط کی بات کر رہے ہیں تو غالباً منسٹر صاحب اس دن اپنی تقریر کرکے تشریف لے گئے تھے۔ میں نے جب wind up کی تھی تو میں نے اس دن کا DAWN پڑھ کر اس ہاؤس میں سنایا تھا اور اس ہاؤس کے

record پر ہے کہ ان کے خاوند نے کہا ہے کہ ان کو pressurize کیا جا رہا ہے تاکہ اس incident کو hush up کیا جائے ۔بہرحال اس وقت جو allegations یا جس انداز سے انہوں نے خاص طور پر ایک honourable lady Senator کے لیے بات کی، ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ مناسب نہیں ہے اور متحدہ اپوزیشن واک آؤٹ کرتی ہے۔

(اس مرحلے پر اپوزیشن ایوان سے واک آؤٹ کر گئی)

جناب چیئرمین ، رضا صاحب انہوں نے graciously apologize بھی کیا، I think it will be expunged from the record

(اس مرحلے پر اپوزیشن ایوان میں واپس آ گئی)

جناب چیئرمین، جی ثناء اللہ بلوچ۔

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ، پہلے جناب وہ معذرت کر لیں' اپنے الفاظ واپس لے لیں۔

جناب چیئرمین، ایک سیکنڈ۔ جی طارق عظیم صاحب۔

Senator Tariq Azeem Khan: Mr. Chairman! I have earlier, I did say, I apologize, I did not mean to offend anybody, I did not even mean to say that this lady honourable Senator, I did not mean a person. I was giving an example of a person, not being present, at the scene of the crime and then accusing somebody, that's what I meant: I did not mean it, if I have offended the honourable Senator, I apologize unreservedly.

جناب چیئرمین، جی وسیم سجاد صاحب۔

Senator. Wasim Sajjad (Leader of the House): Sir, the incident of Dr. Shazia was very sad and a tragic incident and it has been condemned by every section of society in Pakistan. Within this House, I think there was no person who did not stand up to be counted. to condemn this incident. Sir, but I feel that since a judicial inquiry has been ordered and a High Court Judge is looking to the matter, we can only have a meaningful discussion after the inquiry report has been received. Once the inquiry report has been received the facts would have been established and on the basis of those facts I think, it would be proper and

appropriate that the House either discusses the report or make some recommendations on it. Till that, it wold not be appropriate that we make statements on facts at a time when the inquiry is underway. That is all I have to say, sir.

جناب چیئرمین، مسٹر ثناء اللہ بلوچ۔

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ، شکریہ - جناب چیئرمین! میرا پوائنٹ آف آرڈر ہے لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ اس ملک میں الزامات کی بنیاد پر مجرم ٹھہرا دیا جاتا ہے - جرم تو پتا نہیں اس ملک میں کسی پر ثابت ہوئے ہیں یا نہیں - جو مجرم ہیں وہ یہاں پر ہمیشہ حکمرانی کرتے رہے ہیں - الزامات کی بنیاد پر ہمارے اکابرین سینکڑوں سال کی جیلیں کاٹ چکے ہیں۔ سردار عطاء اللہ مینگل، نواب خیر بخش خان مری ۱۹۷۳ء سے ۱۹۷۸ء تک قید و بند کی صعوبتیں سہتے رہے ایک الزام کی بنیاد پر کہ یہ ملک دشمن سرگرمیوں میں ملوث ہیں - خان عبدالولی خان ' عبدالصمد خان ' عبدالغفار خان اور تمام اکابرین جی ایم سید ' غلام احمد بلور کسی کے اوپر بھی کوئی جرم ثابت نہیں ہوا ہے - لیکن اس کے باوجود جناب والا ! الزامات کی بنیاد پر آدھا پاکستان قید میں رہا ہے - آج بھی نواب خیر بخش مری جو بلوچستان کے ایک باعزت پیرعمر سیاستدانوں میں سے ہیں' ان کی عمر ۸۷ برس ہے اور وہ جسٹس نواز مری کے قتل کے صرف الزام میں پابند سلاسل ہیں۔ اسوقت بھی incident پر ' جائے وقوعہ پر کوئی بھی ایسی گواہی نہیں تھی کہ خیر بخش مری نے جسٹس نواز کو قتل کیا ہے - اس پیرعمر شخص کو دو سال تک اسی military regime نے قید و بند کی صعوبتیں دیں۔ آج اسی لئے وہ ہم سب سے ناراض ہیں بلکہ اس ملک سے ناراض ہو کر الگ بیٹھے ہوئے ہیں۔

جناب والا! انہی الزامات کی بنیاد پر آصف زرداری صاحب نے سات سال قید کاٹی - کوئی جرم ابھی تک ثابت نہیں کرسکے۔ اسی الزام کی بنیاد پر ہاشمی بھی قید کاٹ رہا ہے - اسی طرح کے الزامات کی بنیاد پر پاکستان کے کئی لوگوں کو اندر لے جایا گیا - ہم یہ نہیں کہتے کہ کیپٹن ملوث تھا یا نہیں تھا - اس پر ایک الزام لگا ہے - پاکستان میں اگر قانون سے بالا کوئی شخص نہیں ہے تو جناب والا ! اس کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے ہونا چاہیے تھا - افسوس کی بات ہے کہ پوری military establishment اور پوری حکومت کیپٹن کے تحفظ کے لئے طرح طرح کے حربے استعمال کر رہی ہے ' طرح طرح کی رپورٹس بنا رہی ہے۔ ٹکڑوں اور حصوں میں بنا رہی ہے - اس کے لئے پروپیگنڈہ مہم چلائی جا رہی ہے - اس وقت matter subjudice وقت ہے۔ انکوائری کمیٹی اس وقت بیٹھی ہوئی ہے لیکن ISPR کیپٹن حماد کو ٹی وی پر' میڈیا پر لے آتا ہے اور یہ بیان دلواتا ہے کہ میرے مقدس پیشے کے خلاف سازش کی گئی ہے میں بے

گناہ ہوں۔ کوئی بھی اس طرح کا الزام نہیں ہے۔ میں اپنا DNA test کرواؤں گا۔

جناب والا! کوئی بھی چیز عدالت میں زیرالتواء ہو تو کوئی بھی remarks نہیں دیئے جا سکتے۔ لیکن خیر ہم یہ جانتے ہیں کہ وہ قانون اور آئین سے بالا قوتیں اور طاقتیں ہیں۔ میرا بنیادی نکتہ جناب! آج کا یہ ہے کہ میں نے پہلے بھی اپنی تقریر میں کہا تھا کہ بلوچستان میں ۱۹۴۸ء سے لے کر آج تک تیئس چیف کمشنر اور گورنرز appoint ہوئے۔ جن میں سے بارہ بیرونی صوبوں سے بھیجے گئے اور جب بھی بیرونی صوبے سے گورنر بھیجا گیا تو بلوچستان میں فوجی آپریشن کرائے گئے اور بلوچوں کی نسل کشی کرائی گئی۔

جناب والا! حقانی صاحب نے ایک آرٹیکل میں اے زیڈ کے شیردل صاحب کے بارے میں جو ہمارے ایک مایہ ناز سول بیوروکریٹ رہے ہیں، یہ لکھا ہے کہ ۱۰ فروری ۱۹۷۳ء کو عراقی اسلحہ کا جو ڈرامہ رچایا گیا تھا سردار عطاء اللہ مینگل کی حکومت ختم کرنے کے لئے، وہ ایک جھوٹ تھا اور یہ بلوچوں کے خلاف بڑی سازش تھی۔ آج پھر جناب والا! تمام اخبارات کی زینت بنا ہوا ہے۔ ایک ایسا شخص جب کوئٹہ ائیرپورٹ پر اترا، اویس غنی صاحب، ساتھیوں نے اس سے پوچھا کہ آپ بحیثیت گورنر کوئٹہ آئے ہیں تو آپ کو کیسا لگا؟ ان کے متعلق ایک لطیفہ مشہور ہے۔ انہوں نے کہا مجھے بڑی خوشی ہوئی میں پہلی دفعہ بلوچستان آیا ہوں اور بحیثیت گورنر آرہا ہوں۔

جناب والا! جس نے اپنی پوری زندگی میں بلوچستان نہیں دیکھا تھا اس کو بلوچستان کی قسمت کا فیصلہ سونپا گیا ہے۔ وہ کل اخبارات میں بیانات جاری کرتے ہیں کہ بلوچستان میں خانہ جنگی کے لئے ملک دشمن تحریک کے لئے پچاس کروڑ روپے کا اسلحہ لایا گیا ہے۔ جناب والا! ہم بلوچ عزت نفس کے لئے، dignity کے لئے جو ۱۹۷۳ء کے آئین میں دیا گیا ہے، ایک عورت کی عزت کے لئے ہم اسلحہ تو کیا ہم دنیا کی ساری طاقتیں استعمال کریں گے۔ لیکن ایک بات میں آپ کو بتا دوں جناب والا! کہ گورنر کے ہاتھوں دوبارہ ایک ماحول بنایا جا رہا ہے۔ بلوچستان میں ایک ملٹری آپریشن کی تیاریاں مکمل ہیں اور انہوں نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ ہم نے اپنی تمام تیاریاں مکمل کر لی ہیں اور ہم جلد ان کی بیخ کنی کر دیں گے۔

جناب والا! سربراہ مملکت اور سربراہ حکومت میں فرق ہوتا ہے۔ جنرل مشرف ایک defacto سربراہ مملکت ہیں۔ ان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ کہتے کہ میں بلوچستان کے عوام کو crush کرکے رکھ دوں گا۔

جناب چیئرمین، وزیر داخلہ نے بتایا ہے کہ وہ miscreants کے بارے میں تھا۔

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ: جناب! کوئی incident نہیں - دیکھیں بلوچستان میں حقوق کی جدوجہد جاری ہے اور بلوچستان کی اس حقوق کی جدوجہد کو اگر کوئی غلط نام دینا چاہتا ہے - اس کے بارے میں غلط remarks pass کرنا چاہتا ہے اور بلوچستان کی جدوجہد کو بیرونی آلہ کاروں کی support قرار دیتا ہے تو میرے خیال میں یہ حالات کو مزید خراب کرنے کا باعث بنے گا۔

جناب چیئرمین، ثناء اللہ صاحب! آپ point of order مختصر کریں تاکہ Minister صاحب جواب دے دیں۔

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ، میں یہ سمجھتا ہوں کہ بلوچستان یتیم خانہ بنا ہوا ہے - گورنر بلوچستان بیرونی، چیف سیکرٹری بلوچستان بیرونی، آئی جی بلوچستان بیرونی، ڈی جی نادرا بلوچستان بیرونی، -----

جناب چیئرمین، ثناء صاحب ابھی تین دن پہلے اس پر debate ہوئی ہے - آپ ذرا جواب تو سن لیں - تشریف رکھئیے - point of order ہے - تین دن اس پر بحث ہوئی ہے - آپ ذرا سن تو لیں -

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ، تین دن کے بعد کیا ہوا - ہمارے زخم اسی طرح ہیں - ہمارے حالات اسی طرح ہیں - تین دن کی بحث کے بعد بھی سینیٹ نے کونسا resolution پاس کیا ہے - ہماری تین دن کی بحث کے بعد بھی ایک جاہل گورنر جو صوبے کی خاک سے اس کے آب و دانہ سے واقفیت نہیں رکھتا وہ بلوچوں پر الزام لگاتا ہے کہ وہ بیرونی ایجنٹ ہیں - بیرونی ایجنٹ تو وہ خود ہیں -----

جناب چیئرمین، آپ تشریف رکھیں - ذرا جواب سن لیں - ڈاکٹر شہزاد وسیم -

سینیٹر ڈاکٹر شہزاد وسیم (وزیرمملکت برائے داخلہ)، جناب چیئرمین! میری گزارش یہ ہے کہ یہاں پر حقائق کو توڑ مروڑ کر مت پیش کیا جائے - ابھی انہوں نے صدر پاکستان کے ساتھ جو بیان منسوب کیا وہ بالکل غلط بیانی پر منحصر ہے - میری گزارش یہ ہے کہ بلوچستان کے مسائل پر بات کریں، بلوچستان کو مسئلہ بنا کر مت پیش کریں - یہ ایک بڑا اہم نکتہ ہے جو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے -

دوسری بات! یہاں پر اتنا عرصہ، تین دن یہاں پر بحث ہوتی رہی - یہ بلوچستان یہاں پر کسی ایک رکن کا نہیں ہے - یہ بلوچستان سرور کاکڑ کا بھی ہے، یہ بلوچستان ہماری بہن کا بھی ہے، بلوچستان وہاں کے پشتون لوگوں کا بھی ہے - کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ایک فرد یہاں پر کھڑا ہو کر بلوچستان کی تقدیر کا فیصلہ سنائے - یہ بات اخبارات کی clarity کے لئے میں کہنا چاہوں گا - یہاں پر یہ الفاظ منسوب کرنا! کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں آپ دنیا کے سامنے؟ کیا بلوچستان پاکستان کا حصہ نہیں ہے؟ کیا صرف آپ ایک بلوچوں کے نمائندہ ہیں؟

(مداخلت)

جناب چیئرمین، آرام سے .no cross talk please-

(مداخلت)

سینیٹر ڈاکٹر شہزاد وسیم ، آپ بھی بلوچستان کے ٹھیکیدار نہیں ہیں - یہاں سب میرے بلوچ بھائی بیٹھے ہوئے ہیں -یہاں پر کوئی آدمی بھی بلوچستان کا ٹھیکیدار نہیں ہے -

جناب چیئرمین، پروفیسر خورشید صاحب آپ کا point of order ہے - ثناء صاحب تشریف رکھیئے - Prof.Khurshid Ahmed, your point of order please. اور point of order ذرا مختصر رکھے جائیں - تشریف رکھیں آپ کی باری بھی آئے گی - میں نے note کیا ہوا ہے - تنویر خالد' پروفیسر خورشید کے بعد آپ کو floor دوں گا - اس کے بعد آپ .no cross talk please خورشید صاحب بولیں-

Re: ILLEGAL PUBLICATION OF THE ANSWERS

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ شکریہ جناب چیئرمین! پہلے تو میں آپ کی اجازت سے ایوان کے دونوں طرف کے بھائیوں سے اور بہنوں سے درخواست کروں گا کہ بلاشبہ ہر معاملے میں ہماری رائے بھی ہے ' جذبات بھی ہیں اور اس پر اختلاف بھی ہے -لیکن ہماری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ اس کے اظہار کے لئے ذرا ٹھنڈا طریقہ اختیار کریں - بہرحال طارق عظیم صاحب نے معذرت کر لی ہے - بہت اچھا ہوا حالانکہ وہ بہت سلجھے ہوئے لوگوں میں سے ہیں ہم نہیں سمجھتے تھے کہ وہ ایسے الفاظ استعمال کریں گے - اپوزیشن کے ارکان کی جو ذمہ داری ہے ' حکومت کا کام ان سے زیادہ ہے -

جناب چیئرمین! اس کے بعد میں آپ کی اجازت سے ایک technical اور ایک sensitive point اٹھانا چاہتا ہوں - technical point یہ ہے کہ Rules of Business اس کا اگر آپ Rule 56 ملاحظہ فرمائیں تو وہ صاف کہتا ہے کہ -

Answer to questions which Ministers propose to give in the Senate shall be placed on the member's desk an hour before the commencement of question hour and shall not be released for publication until the answers have actually been given on the floor of the Senate or laid on the Table.

یہ ایک مسلمہ اصول ہے پارلیمانی آداب کا- لیکن مجھے بڑا دکھ ہوا کہ اگر آپ 9 فروری کے اخبارات دیکھیں تو جو جوابات سینیٹ میں ہمیں شام کو دیئے گئے وہ صبح کے اخبار میں چھپے ہوئے تھے -

جناب چیئرمین،بالکل لیا ہے-

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد، یہ بڑی اہم چیز ہے' کسی کی ذات کا مسئلہ نہیں ہے' یہ پارلیمانی

آداب کا معاملہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ میرا فرض ہے کہ اس چیز کو آپ کے علم میں لاؤں۔

جناب چیئرمین، بالکل اس کا notice لیا گیا ہے اور اس کو check کر رہے ہیں کیونکہ اس میں کئی محکمے involved ہیں کہ کہاں سے گیا ہے۔ یہ پہلی مرتبہ نہیں ہوا ہے، یہ پہلے بھی ہوا ہے، ہم ہر دفعہ notice لیتے ہیں لیکن اس کو ابھی تک pin point نہیں کر سکے۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد، بہرحال indentify ہونا چاہیئے اور آئندہ ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔

Mr. Chairman: I agree.

Re: UNFOUND ALLEGATIONS ON DR. A.Q.KHAN.

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد، جناب چیئرمین! جہاں تک substantive point کا تعلق ہے، میں آپ کی اجازت سے، آپ کی اور اس ایوان اور حکومت کی توجہ 'Time' کی اس lead story کی طرف دلانا چاہتا ہوں جسے "The Merchant of Venus" کے عنوان کے تحت تقریباً 9 صفحات پر پھیلایا گیا ہے۔ اس میں چھ بار اعتراف کیا گیا ہے کہ کوئی evidence نہیں ہے، نہ International Automic Energy Authority, نہ America, نہ کوئی----چھ بار یہ کہا گیا ہے کہ evidence کوئی نہیں ہے لیکن اس کے باوجود جس انداز میں اس کو لکھا گیا ہے۔ اس میں صرف ایک A.Q. Khan نہیں، وہ تو بےچارہ سبھی کے لئے ایک مظلوم اور ہدف بنا ہوا ہے، پاکستان سے باہر۔ پاکستان کی nuclear صلاحیت کا ہدف اور A.Q. Khan کے عنوان کو استعمال کر کے پاکستان کو blackmail کیا جا رہا ہے اور یہ چیز ایسی ہے کہ جس کا پاکستان کو notice لینا چاہیئے۔ اس معاملے میں ہمارا رویہ معذرت خواہانہ ہے، ہمیں ایک aggressive policy اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ کہنا کہ ساری دنیا میں proliferation پاکستان اور A.Q. Khan کے ذریعے ہوا ہے، اس سے بڑا جھوٹ کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ Proliferation پہلے دن سے، اس کام کے اندر رہی ہے، خود America نے Germany کی استعداد کو nuclear proliferation کے ذریعے سے حاصل کیا پھر America سے روس نے حاصل کیا، America نے خود برطانیہ کو دیا۔ اس کے بعد جہاں بھی گیا، یہ proliferation آج پیدا نہیں ہوئی ہے اور A.Q.Khan 2001 سے اپنے عہدے پر بھی نہیں ہے لیکن جس طرح اس کو target بنایا گیا ہے اور جس انداز سے بنایا گیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ A.Q. Khan ملزم ہے ہی لیکن آج آپ کا پاکستان ہدف ہے اور پاکستان کی nuclear صلاحیت اصل ہدف ہے۔ حکومت اپنی آنکھیں کھولے اور assert کرے کہ enough is enough. اس لئے کہ اگر آپ نے کمزوری کا رویہ اختیار کیا تو آپ پر، ایران پر اور میں سمجھتا ہوں کہ پوری مسلم دنیا پر اس کی آنکھیں ہیں، سعودی عرب کو بھی involve کر لیا گیا ہے، Egypt کی طرف

بھی اشارہ ہے تو یہ ایک calculated کوشش ہے۔ خدا کے لئے اس game کو پہچانیے' اس کا موثر تدارک کیجئے اور اگر آپ نے یہ نہیں کیا تو یہ سودا پاکستان کو خدانخواستہ' خدانخواستہ' خدانخواستہ بہت مہنگا پڑے گا۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین، رزینہ عالم۔ ایک منٹ ڈاکٹر شیر افگن صاحب۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی (وفاقی وزیر برائے پارلیمانی امور)، جناب چیئرمین! معزز سینیٹر نے شاید Foreign Office کے spokesman مسعود خان---

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد، میں نے وہ پڑھ لیا ہے' اس لئے میں نے کہا کہ وہ نہایت ہی کمزور ہے۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی، اس نے باقاعدہ زوردار طریقے سے' صحیح معنوں میں جس طرح سے اس کی تردید کی اور اس کا جھوٹا پن ہونے کی' اس نے تصدیق کی' وہ مثالی ہے۔ Government of Pakistan کی طرف سے اس نے اس کو bogus کہا اور کہا کہ بالکل جھوٹ ہے' اس میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اس لئے حکومت پاکستان نے اپنا فرض پورا نبھایا ہے' اس میں کوئی شک و شبہ کی بات ہے' نہ ہونی چاہیے۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد، جناب چیئرمین! مجھے ایک جملہ کہنے کی اجازت ہے؟ میں نے Foreign Office کے بیان ایک ایک لفظ پڑھا ہے اور یہ میں نے سارا طویل بیان اچھی طرح پڑھا ہے اور میں دیانتداری سے یہ بات کہتا ہوں کہ ہمارا response نہایت weak ہے اور یہ کہنا' ہم influences کو جاری رکھے ہوئے ہیں' بات close نہیں ہوئی ہے حالانکہ President نے بات کو close کر دیا' اس نے کہا کہ ہم نہ کرتے' اب اس کو ختم کر دیا ہے۔ Foreign Office کہتا ہے کہ ہماری inquiry جاری ہے اور وہی چیز جو America چاہتا ہے۔ میری نگاہ میں Foreign Office کا بیان نہایت کمزور ہے we have to review and change our strategy.

جناب چیئرمین، سینیٹر رزینہ عالم۔ Sorry Minister صاحب۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی، جناب والا! انہوں نے پڑھی ہے' میں نے ان کے منہ سے سنا ہے جب وہ بیان دے رہے تھے اور میں نے ان کو غور سے سنا ہے۔ اس لئے یہ وہی video منگوائیں اور پھر دیکھیں' اس کے بعد اگر یہ کہہ سکیں تو پھر یہ سچی بات ہے۔

جناب چیئرمین، سینیٹر رزینہ عالم۔

Re: A NEWS STORY AGAINST THE EX-PRIME MINISTER.

سینیٹر رزینہ عالم خان، جناب والا! میں آپ کی وساطت سے اور اس ایوان کی توجہ 'The Dawn' آج کی جو خبر ہے اور جو کل 'The News' میں خبر آئی تھی دلاتی ہوں۔ اس میں وہ فہرستیں چھپی ہیں جس میں عمرے کے لئے ہمارے وزیر اعظم جن کو لے کر گئے تھے۔

جناب والا! چوہدری شجاعت حسین صاحب بحیثیت وزیر اعظم جس delegation کو لے کر گئے تھے اس میں ماسوائے ان لوگوں کے جن کو سعودی حکومت نے مہمان کے طور پر رکھا تھا، باقی تمام افراد کا خرچہ انہوں نے خود برداشت کیا تھا اور اس کی رسید میں آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتی ہوں جو کہ انہوں نے اپنی جیب سے ادا کیا ہے۔

جناب والا! میری آپ سے گزارش ہے کہ متعلقہ وزارت سے یہ وضاحت طلب کی جائے کہ کم از کم ان سے یہ بات پوچھنی چاہیے تھی۔ اگر کوئی ریکارڈ نہیں تھا۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ اس پر ruling دیں کہ متعلق وزیر صاحب اس بارے میں وضاحت فرمائیں کہ ایسا کیوں ہوا۔

جناب والا! پاکستان مسلم لیگ کے صدر چوہدری شجاعت حسین جب وزیر اعظم رہے تو انہوں نے وزارت عظمیٰ کو ایک امانت کے طور پر رکھا اور بخوشی وہ امانت لوٹا دی۔ ان کے بارے میں اس قسم کی غلط باتوں پر action لینا چاہیے۔

دوسری بات میں یہ کہوں گی کہ جیسا کہ ہمارے محترم پروفیسر خورشید احمد صاحب نے فرمایا کہ کل یہی خبر "The News" میں چھپی تھی جب کہ ہماری میز پر کل جو سوالات تھے ان میں یہ موجود تھا۔ تو جناب والا! اس کا بھی notice لیا جائے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین۔ میں نے کہا ہے کہ اس کا جائزہ لے رہے ہیں۔ پروفیسر غفور احمد صاحب۔

Re: REHABILITATION OF STRANDED MIGRANTS FROM EAST PAKISTAN.

سینیٹر پروفیسر غفور احمد۔ جناب والا! میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وفاقی حکومت کے فرائض میں یہ بات بھی شامل ہے کہ مشرقی پاکستان سے جو لٹے اور اجڑے ہوئے لوگ پاکستان آئے ہیں، ان کی بحالی اور آبادکاری کا بندوبست کیا جائے اور اگر ضرورت ہو تو ان کی مالی امداد بھی کی جائے۔ لیکن ان کی بحالی اور بسانے کا کام اور مالی امداد دینے کا کام تو کجا جو لوگ بنگلہ دیش کے قیام سے پہلے یا اس کے تھوڑے دنوں کے بعد اپنے وطن واپس آئے ہیں اور جو پاکستان میں آباد ہیں جو ان کا وطن ہے، انہیں شناختی کارڈ اور پاکستانی پاسپورٹ جاری نہیں کیا جا رہا ہے۔ میں آپ کی وساطت سے یہ اپیل کرتا ہوں کہ ہر پاکستانی شہری کا یہ آئینی اور قانونی حق ہے کہ اسے شناختی کارڈ اور پاسپورٹ

دیا جائے اور وہ لوگ جو مشرقی پاکستان سے آئے ہیں ان کے بارے میں وفاقی کابینہ اپنا فرض پورا کرے اور یہ احکام دے کہ ان تمام لوگوں کو جو بنگلہ دیش بننے سے پہلے یا بعد میں آئے ہیں، انہیں شناختی کارڈ اور پاسپورٹ دیا جائے۔

اس کے علاوہ جناب والا! میں آپ کی توجہ اس طرف بھی دلانا چاہتا ہوں کہ پروفیسر خورشید احمد صاحب نے جو بات point out کی ہے اس میں مسماۃ کونڈا لیزا رائس جو اس وقت امریکہ کی وزیر خارجہ ہیں، انہیں وزیر خارجہ نامزد کیا گیا تھا لیکن اپنے عہدے کا حلف اٹھانے سے پہلے انہوں نے یہ بیان دیا کہ پاکستان کے ایٹمی اثاثے غیر محفوظ ہیں اور کسی وقت بھی پاکستان کے انتہا پسند عناصر ان پر قبضہ کر سکتے ہیں۔ یہ چیز اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ امریکہ یہ چاہتا ہے کہ پاکستان کے اثاثوں پر یہ کہہ کر قبضہ کرے کہ یہ غیر محفوظ ہیں یا انہیں منجمد کر دیا جائے۔ اسی طریقے سے یہ بات کہی گئی ہے کہ خان ریسرچ لیبارٹری سے 16 cylinders uranium gas کے غائب ہو گئے ہیں یعنی یہ کہا جا رہا ہے کہ پاکستان ایٹمی اسلحہ کی blackmailing میں involve ہے۔ یہ بڑی serious بات ہے حکومت پاکستان کو اس کا ادراک کرنا چاہیے اور یہ بات کافی نہیں ہے کہ اس کا جواب دفتر خارجہ کے ترجمان دیں۔ اس کا جواب اسی سطح پر آنا چاہیے۔ اگر امریکہ کے وزیر خارجہ نے ہمارے اوپر کوئی الزام لگایا ہے تو پاکستان کے وزیر خارجہ کو جواب دینا چاہیے۔ بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین۔ حمید اللہ آفریدی صاحب۔

سینیٹر حمید اللہ جان آفریدی۔ شکریہ جناب چیئرمین، میں آپ کی توجہ سابقہ MNA Hostel کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ اس میں کچھ government servants بھی رہائش پذیر ہیں جن کو official accommodation نہیں ملی۔ سی ڈی اے نے دو دن پہلے ان کو notices دیے ہیں کہ وہ immediately hostel خالی کر دیں اور وہاں سے چلے جائیں۔ وہاں جتنا عملہ ہے وہ خود اپنی مرضی سے یہ کمرے لگاتے بھی ہیں اور انہی کا prerogative ہے کہ وہ جس کو مرضی ہے دیں اور جسے مرضی نہ دیں۔ اس سلسلے میں ہم ایک resolution move کر رہے ہیں اور اس میں یہ request ہے کہ جتنے government servants وہاں رہتے ہیں، جن کے پاس اور accommodation بھی نہیں ہے ان کے notices واپس ہو جائیں جب تک حکومت ان کو کوئی alternate residential جگہ نہیں دیتی ان کو وہاں رہنے دیا جائے۔

جناب چیئرمین، جناب اسحٰق ڈار صاحب۔ ایک منٹ پہلے یہ ان کا جواب دے دیں۔

سینیٹر محمد اسحٰق ڈار، میرے خیال میں اگر میں تھوڑا سا add کردوں تو۔

جناب چیئرمین، یہ اسی point پر کہہ رہے ہیں' آپ پھر ایک ہی دفعہ جواب دے دیں۔

Re: EVACUATION OF THE RESIDENTS OF MNA HOSTEL WITHIN 24 HOURS.

سینیٹر محمد اسحٰق ڈار، میں یہ گزارش کروں گا جناب چیئرمین! کہ پچھلی دفعہ بھی it looks like, sir, is there a state within a state. مشاہد حسین صاحب پر حکومت کی طرف سے الزام لگا' پھر اس کی contradiction ہوئی۔ آج سوال کا مسئلہ حکومت کی طرف سے آیا وہ اخباروں میں چھپا۔ انہوں نے وہ اپنی طرف سے نہیں دیا اور honourable Senator *Sahiba* نے آپ کو evidence پیش کیا ہے کہ چوہدری شجاعت حسین صاحب نے خود payment کی ہے تو جناب!

you must give a direction. It is a breach of privilege of this entire House. If the answers given to this House are wrong. Sir, the procedure is very clear. So, kindly direct somebody to take a note of this, to call explanation from the Minister who gives the wrong information. Sir, this should not be the state, just to listen and just no action. It is a very serious matter that means that one thing is wrong. Either this evidence is wrong or the earlier answer is wrong. so, it must be clarified. میری گزارش یہ ہے کہ آپ اس کو Privileges Committee کے سپرد کریں اور Minister should come there and explain that why he had given answer which is contradictory to the reality.

دوسری بات یہ کہ I support on the second point, sir, کہ یہ جو ہمارا ex-MNA Hostel تھا' اس میں تقریباً 138 rooms ہیں and reportedly half of these rooms are being occupied by the Government officers. جناب! وہ Government officers جن کو سرکاری رہائش نہیں دی گئی اور ان کو اگر سرکاری رہائش دی جائے تو they are better off. یہاں ان کو cash ملتا ہے تقریباً -/3000 روپیہ اور ان کو اپنی جیب سے دینے پڑتے ہیں تقریباً -/7000 سے -/10000 روپے تو I am sure کہ کوئی Government employee happily would live there unless it is unavoidable. تو جناب! یہ CDA کا اس وقت notices دینا وہ بھی ایک دن کا کہ evict کر دیں آپ

سارے کے سارے کرے اور اس میں میری اطلاع یہ ہے کہ ہماری پارلیمنٹ کے دو Government employees اس میں شامل ہیں، who are working for the Senate or the National Assembly. جناب! this is totally unfair. اس وقت جو حال ہے، CDA should be focussing on the rain affected areas جہاں low paid employees, grade 1 to 4 وہ کہہ رہے ہیں کہ ان کی چھتیں ٹپک رہی ہیں، وہاں پانی نہیں ہے، وہاں چھتیں گر رہی ہیں۔ جناب! بجائے ادھر کام کرنے کے، they have now focussed کل رات ان کو ایک دن کا notice دے دیا ہے۔ جناب! مہربانی کریں، it is a very serious matter. وہ after all they are Government employees, we should have complete sympathy for them. They are low paid Government employees اور جیسا میں نے عرض کیا کہ یہ دو جو پارلیمنٹ کے employees ہیں، ان میں سے ایک لاہور سے ہے اور ایک پشاور سے ہے، وہ کہاں جائیں گے overnight اور کیا consumption ہوگی اس جگہ کی جس میں ایک Government employee 3000/- روپے حکومت سے لے رہا ہے اور -/7000 سے -/10000 روپے اسی کرے کا وہ حکومت کو، CDA کو واپس کر رہا ہے۔ مجھے تو نہ اس کی financial logic سمجھ آتی ہے، نہ moral, نہ social اور مجھے نہیں سمجھ آتی کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا ہے۔ مہربانی کرکے جناب! direct کریں کہ اس کو relevant ministry check کرے اور CDA کو بلا کر پوچھیں اور جب تک ان کو متبادل رہائش نہ دی جائے، جب تک آپ ان کو accommodation نہ provide کریں، how can you just ask the Government employee to evict overnight and where should he go? جناب! اس بارش میں کیا وہ باہر جاکر بیٹھ جائے۔ مہربانی کریں جناب! میری request ہے اس House سے، we should have some heart, we should not be sitting here looking on the mega issues but also the poor people issue. جناب چیئرمین! آپ مہربانی کر کے direct کریں کہ CDA یہ سارے notices suspend کرے۔ They should provide the alternate accommodation. جناب! یا تو یہ ہو کہ Parliamentarians کو اس کی ضرورت ہے، this is ex-MNA Hostel, the rooms are vacant, empty and spare اور پھر یہ کن کو دینا چاہتے ہیں۔ Are they then going to accommodate some friends, is another thing جو کہ normal ہوتا ہے۔ Government Hostels میں۔ مہربانی کرکے آپ اس پر ruling دیں تاکہ جو concerned Minister ہیں، CDA کو بلائیں اور جناب! جب تک ان کو alternate accommodation نہ دی جائے، میرے خیال میں یہ اخلاقی طور پر اور even قانونی طور پر زیادتی ہے کہ ان کو ایک دن کے notice پر وہاں سے خالی کرنے کا حکم دیا جائے۔

جناب چیئرمین، وزیر صاحب تو جواب دے رہے ہیں لیکن میں ایک چیز عرض کردوں کہ if

they were occupying it as per their turn or what they had out of their turn, that is

one issue. Second, notice کا جو period ہے وہ اتنا ہو کہ اگلا alternate accommodation دیکھ سکے۔

ڈاکٹر شہزاد وسیم، جناب مجھے خوشی ہوئی ہے کہ یہ point اٹھایا گیا اور اسحٰق ڈار صاحب نے جو باتیں کیں، میں ان کو second کرتا ہوں۔

ہمیں پوری ہمدردی ہے ان سے۔ جیسا کہ انہوں نے کہا یہ درست ہے کہ وہاں جو بھی رہتا ہے، مجبوری کی حالات میں سرکاری ملازم وہاں رہ رہا ہے۔ جناب! صورتحال یہ ہے کہ National Assembly نے ایک کمیٹی constitute کی تھی اور وہ تھی Special Privileges Committee ۔ انہوں نے یہ move کیا ہے کہ ان کو کمرے چاہئیں MNAs کے offices کے لیے اور انہوں نے CDA کو summon کیا تھا اس کمیٹی میں اور CDA کو pressurise کیا کہ وہ ان سے خالی کرائیں کیونکہ MNAs کو اپنے offices کے لیے چاہیے---- ابھی انہوں نے سوال کیا ہے ناں کہ کس کو دینے ہیں؛ کیا Parliamentarians کو دینے ہیں۔ جناب! یہ pressure Parliamentarians کا ہی ہے اس وقت CDA پر۔ MNAs کی اس کمیٹی کا pressure ہے کہ جناب! ان کو خالی کرایا جائے تاکہ وہاں پر MNAs کے offices بنیں۔ میں نے اس کمیٹی میں بھی اس کو resist کیا تھا and I am still of the view کہ یہ ناجائز بات ہوگی اور اتنی کوئی urgency بھی نہیں ہے اور جب تک یہ معاملہ کسی طرح افہام وتفہیم سے طے نہیں ہو جاتا اس میں جلدی نہیں کرنی چاہیے۔ ہمارا point of view بھی یہی ہے۔

میں اس معاملے میں جناب! House کی support چاہوں گا کہ اس میں بیشک ایک resolution آجائے، ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے کہ ان کو eject نہ کیا جائے اور جو MNAs کے offices کے لیے ہم نے already تجاویز بھی دی ہیں کہ آپ کو بنا دیتے ہیں۔ میرا خیال ہے اس میں کوئی urgency نہیں ہے، CDA نے proposals بھی پیش کیے ہیں اس کمیٹی میں کہ we are ready کہ ہم آپ کو جگہ allocate کرکے دیتے ہیں تاکہ long term basis پر یہ مسئلہ حل ہو جائے۔ شکریہ۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی، ان کے دو issues تھے۔ We have to look into the Rules of Procedure of National Assembly where the thing has been prescribed. جیسا کہ Parliament Lodges, MNA Hostel, they are under the command of National

Assembly Secretariat and Deputy Speaker of National Assembly. Before we pass a resolution, one point, my brother, I think, you did not go into the Rules of Procedure of National Assembly. We have to look into it that part of the Parliament House, therefore, before passing any resolution for that we have to go for and by the rules.

اس میں دیکھ لیں گے اگر کوئی صورتحال ایسی ہے until and unless we can do that تو پھر آپ جو کرنا چاہیں وہ کر لیں۔

جناب چیئرمین، بہرحال House کا sense آپ کے سامنے ہے' so convey that.

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی، جناب! sense ہے لیکن یہ چونکہ National Assembly کے Secretariat اور Deputy Speaker اس کے incharge ہیں۔ اب آپ مالک ہیں اس precinct کے جو آپ نے prescribe کیے ہیں وہ نیشنل اسمبلی کی صورتحال ہے' وہی allot کرتے ہیں' Deputy Speaker Incharge ہے۔ یہاں پر resolution move کریں بھی تو یہ اس کو negate کرنے کے مترادف ہے' ایک بات۔

دوسری بات معزز رکن نے بڑی خوبصورتی سے کی کہ جو بیان ہے وہ misstatement convert ہوجائے اور فوری طور پر it becomes a question of breach of privilege. یہی بات کی ہے۔ اس لیے فوری طور پر اس کو کمیٹی کے پاس refer کیا جائے۔

میری ایک humble submission ہے' he is very old parliamentarian.....

Mr. Chairman: He is not that old.

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی، یہ Federal Minister بھی رہے ہیں اور خصوصی طور پر یہ بڑی اہم وزارت کے مالک رہے ہیں یعنی Finance کے۔ کم از کم اتنا تو ان کو پتا ہوگا rules کا بھی کہ کوئی چیز اس House میں لانے کے لیے ایک طریقہ کار درج ہوتا ہے جسے ہم Rules of Procedure and Conduct of Business کہتے ہیں اور یہ فوری طور پر جو haste آجاتی ہے اس میں اور اس matter کو کہیں کہ آپ

just refer it to the Standing Committee. There are certain rules. We have to follow that. If anybody who feels aggrieved that his privilege has been broken or breached then he should move, he the aggrieved person, or of anything has been

done to this august House then collectively any of the honourable member can raise a question of breach of privilege.

یہ کہہ دینا کہ فلاں بیان ہوا، یہ ہوا، اب وہی سوال کا جواب جو یہ فرما رہے تھے کہ جس میں facts دیے گئے ہیں ان facts کی verification کیا انہوں نے کی ہے۔

جناب چیئرمین: نہیں، وہ تو Secretariat کرے گا۔ جو ہمیں رزینہ عالم صاحبہ نے paper دیا ہے، اس کو refer کریں گے، اس کو ہم check کریں گے، پھر ہم دیکھیں گے۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: نہیں جناب! اس میں پہلے بجائے اس کے کہ haphazardly اس طریقہ سے یہ جاتی رہے تو یہ نامناسب ہے۔ یہاں پروفیسر صاحب نے ایک بات point out کی ہے which is very particular اور اس پر ہمیں worry ہونا چاہیے کہ ایک question جو آپ کے Secretariat میں دیا گیا اس کا answer receive ہو گیا لیکن

has not been put on the floor of the House, not has been tabled and before tabling the answer is printed in any newspaper. This amounts to breach of privilege of this august House. That was a correct thing. It should be prohibited that who has done it, must be taken to the task. This is the required thing for every Parliament in the world.

میری یہ humble submission ہے۔ کھڑے ہو کر resolution پاس کرنا۔ اس کے لئے بھی نوٹس چاہیے۔ بعض اوقات جو نیشنل importance کے issues ہوتے ہیں ان میں Rules of Procedure کو suspend اس لئے کرنا پڑتا ہے کہ اس کی urgency ہوتی ہے۔ and it is across the House from both the benches, Oposition and the Treasury. میری درخواست یہ ہے کہ یہ Rules and Procedure simple چیز نہیں ہے۔ جناب والا! جب oath as a Senator, as a Member of National Assembly لیتے ہیں، Article 65 read with third schedule آپ نکال لیں، اس میں لکھا ہوا ہے کہ I will follow the Rules of Assembly. یہ حلف میں شامل ہے۔ لہذا this has got specific sanctity. We have to follow without it,is a turmoil یہاں پر ہر روز ہم کر رہے ہیں they are not points of order, they are points of disorder اور اس میں مختلف issues اٹھا رہے ہیں۔ اس طریقے سے we are insulting, we are abusing the Rules of Procedure.

Mr. Chairman: I think

یہ House کی sense of consensus سے ہے۔ میرا خیال ہے مہیم خان بلوچ بولنا چاہ رہے تھے۔

Senator Muhammad Ishaq Dar: Point of personal explanation.

Mr. Chairman: Point of personal explanation, Ishaq Dar.

Senator Muhammad Ishaq Dar: Thank you Mr. Chairman. Sir it is a climax of moral bankruptcy what we have heard in the last two minutes in this House. It is only an administrative matter that the Deputy Speaker of the National Assembly is controlling those premises. No limitation on this House can be placed. It is a sovereign House. The Minister proposed the resolution. I totally support it. We can express our views on any issue. It is a very important issue. It is a human issue and it is climax of unfortunate state of affairs.

کیا ہمارے وزیر صاحب نے ہر چیز کو personally oppose کرنے کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے۔ Instead of
being sympathetic to those people who are 6, 7, 10 grade employees and who say
کہ آپ چوبیس گھنٹے کے اندر خالی کریں۔ کہاں جائیں گے۔ خدا کے لئے خوف کریں۔ and who
مجھے یہ کوئی rule دکھائیں، ٹھیک ہے یہ بڑے ماسٹر ہیں، ماہر ہیں، میں ان کی قدر کرتا ہوں stops us
لیکن یہ کوئی طریقہ نہیں ہے کہ اس ہاؤس کو کہیں کہ آپ اس پر express نہیں کرسکتے۔ آپ rules
دیکھیں۔ ایک issue اب ہے just force to vacate the premises within 24 hour. Ok. If we
کہ جناب جائیں آپ خالی کریں sir, want to subscribe this, good, this House should say
ہم بھی انسان ہیں۔ ہمیں خیال ہونا this is no way, after all we are public representatives,
چاہیے۔ یہ ایک human problem ہے 60 people are being evicted at the notice of 24 hours
یہ میرے بزرگ ہیں، ہمارے ساتھ یہ کئی and the Honourable Minister is supporting this
دفعہ اس House میں رہے ہیں۔ یہ کوئی طریقہ نہیں ہے کہ ہم ہر چیز کو oppose کریں۔ کیا میں کسی
اپوزیشن ممبر یا former Prime Minister کو support کر رہا ہوں؟ They have the
کیا جواب ہم نے بنایا ہے۔ one day say something کہ contradiction one thing is wrong,
کہ یہ proof ہے۔ either the explanation provided by the honourable Senator to you
former Prime Minister Ch. Shujaat Hussain نے pay کئے ہیں either یہ غلط ہے آج کا

that statement the reply is wrong. Sir; one of the two things can not be یا proof

یہ problem تو اس میں کوئی ذاتیات کی بات نہیں ہے۔ ہماری wrong. It can not be both right.

ہے کہ بزرگ ہیں، بھائی ہیں لیکن انہوں نے ایک ذمہ داری اٹھائی ہے کہ ہر چیز جو اس طرف سے ہوگی،

Sir, if this is the attitude, this is very regrettable ۔ہے کرنا oppose چاہیے صحیح ہے اس کو

Sir, ۔دیں directions کہ آپ attitude. I again strongly recommend to this House

nobody can stop the Housing Committee of this House to call the CDA Chairman.

premises does not mean anything. Premises is تو ہے premises ۔کیسے آپ روک سکتے ہیں

for administrative purpose. Premises is not the property of the Deputy Speaker or

تو میری گزارش یہ ہے any person in this country. Premises is the property of Pakistan.

and you kindly give a call to the relevant people there کریں direct کہ آپ مہربانی کر کے

Good ۔دے دیں alternate accommodation کہ آپ ان کو and they should be told

enough اس میں کیا ہے۔ میرے خیال میں اگر ذاتی بندہ بھی ہو، یا کسی کو evict کروانا ہو تو وہ بھی

They will now go to the court tomorrow. They will then ۔چوبیس گھنٹے میں نہیں کرواتا

regret and they will apologise and then they will have a stay order. What good it is?

کو ہر issues تو میرا خیال ہے کہ ان Why not to do it honourably, in a graceful manner

چیز کو oppose کرنا ضروری نہیں ہے کہ میرے بزرگ معزز وزیر صاحب اس کو oppose کریں۔ اس کو

I do not want to waste دیکھیں اور اس کا کوئی حل نکالیں۔ مجھے سمجھا دیں sympathetically

Sir, it is administrative. It has nothing to do with the کہ جی the time of the House.

CDA. Every institution is responsible to this House. It is the Upper House,

sovereign House of Pakistan. No limitation can be placed on us for any action we

want to take. جناب چیئرمین، وسیم سجاد صاحب آپ کا کیا خیال ہے۔

Senator Wasim Sajjad: Sir, I suggest that the Deputy Chairman, Senate can also take up the matter relating to these lodges. May be, he can be asked to look into the matter and take appropriate action.

Mr. Chairman: Mr. Mohim Khan.

سینیٹر مہیم خان بلوچ: بہت بہت شکریہ چیئرمین صاحب۔ مجھ سے پہلے میرے فاضل دوست

98 Chairman Standing Committee on Petroleum and Natural Resources دلاور صاحب نے سوئی میں ڈاکٹر شازیہ کیس کے سلسلے میں ایک رپورٹ پیش کی۔وہ ہمارے مہربان ہیں۔ یقینی طور پر میں اس رپورٹ سے اختلاف رائے نہیں رکھتا۔ Discussion ضرور ہوئی ہے لیکن اس میں جو بنیادی نکتہ ہے وہ اس میں شامل نہیں ہے۔ لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ ہم بنیادی نکتے کی بات کریں۔

یہ ایوان بالا ہے اور قانون ساز ادارہ ہے' یہ پی پی ایل کی کوئی برانچ نہیں ہے۔ہم عوام کے سامنے' ہم اس وطن کے سامنے ' ہم اپنی ماؤں اور بہنوں کے سامنے بھی جواب دہ ہیں۔ہمیں چاہیے کہ جو حقائق ہمارے سامنے آئے تھے اس دن ' جو discussion ہوئی تھی ہم اس پر روشنی ڈالیں۔ اس دن جو meeting, sub-committee سے پہلے ہوئی اس میں یہ بات واضح ہوئی' ہم نے ان کو منوا دیا کہ ہماری ڈاکٹر شازیہ کے ساتھ وہاں غیر اخلاقی حرکت ہوئی ہے۔ یہ بات تسلیم ہوئی اور ثابت ہوئی۔ وہ اس لیے کہ دو اور تین کی رات کو جو زیادتی ہوئی ان کے ساتھ ہوئی۔

جناب چیئرمین، مہیم خان صاحب' وسیم سجاد صاحب نے جو بات کی کہ اس پر پورا Judicial Commission موجود ہے۔ اس کی findings آنے دیں۔ اس پر تفصیلی تفتیش کر رہے ہیں۔

سینیٹر مہیم خان بلوچ،ہم فیصلہ نہیں دے سکتے۔

جناب چیئرمین، پھر relevant بات کریں -

سینیٹر مہیم خان بلوچ ، چیئرمین صاحب ! میں صرف یہ گزارش کرتا ہوں کہ ہم کورٹ کے فیصلے کو challenge نہیں کرسکتے' وہ جو بھی فیصلہ دیں لیکن ہماری جو کمیٹی تھی' ہم اس میں بیٹھے' ہم نے بحث و مباحثہ کیا۔ ہم نے جو چیز اخذ کی کم از کم وہ حقائق اس ایوان کے سامنے تو پیش کریں۔فیصلہ جو ہونا ہے وہ ہوتا رہے گا۔ کیونکہ آنے والے دنوں میں ہم پر یہ نہ ہو کہ ہم نے رپورٹ پیش نہیں کی۔ اسی لیے میں کہتا ہوں کہ سب سے پہلے suo moto notice حالات کے حوالے سے ہم نے دیے۔ اس میں سب سے پہلے یہ نکتہ آنا چاہیے تھا کہ اس کے ساتھ غیر اخلاقی حرکت ہوئی ہے۔ وہ ثابت ہے اس لیے کہ بروقت کارروائی نہیں ہوئی' بر وقت پولیس کو نہیں بلایا گیا' پی پی ایل کے عملے نے بر وقت اس کا نوٹس نہیں لیا جس کی وجہ سے جنہوں نے جو زیادتی کی تھی وہ بر وقت گرفتار نہیں ہوئے۔ لہٰذا ہمارا ' اس ایوان کا یہ متفقہ موقف ہے کہ اس کے ساتھ زیادتی ہوئی تھی۔ لہٰذا یہ ایوان عدالت اور جہاں جہاں ضرورت پڑے اسے پیش کرے کہ اس کمیٹی کے حوالے سے meeting میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اس کے ساتھ غیر اخلاقی حرکت ہوئی تھی۔ جنہوں نے غیر اخلاقی حرکت کی ہے ان کو گرفتار کر کے سزا دی جائے۔

جناب چیئرمین، وہی جو Judicial Commission بنایا تھا جیسے' اسی حساب سے آئے تھے۔

There facts are established in judicial enquiry. Once facts are established then action is taken and even the House can debate it

کہ جی یہ action ہونا چاہیے، یہ ہونا چاہیے لیکن واقعات establish ہوں گے، جب enquiry report آئے گی۔ آپ کو یاد ہوگا جب David Kaley جس نے suicide کی تھی اس کیس میں High Court Judge لارڈ ایڈم صاحب بیٹھے تھے، اس میں جب enquiry report آئی پھر اس پر بحث ہوئی کہ بھئی یہ واقعات establish ہوگئے ہیں۔

جناب چیئرمین: جناب اعظم سواتی۔

Senator Muhammad Azam Khan Swati: Thank you Mr. Chairman, again I think it is a disgrace to hear a word of, point of disorder from an honourable Minister. When the honourable Senators draw attention of this great House and talk about the basic amenities of employees of the government, sir, it is the duty of the government to provide at least shelters to the people living in that MNA Hostel. I do not think that anybody in this House has enough time to listen to Minister stack. However, I have enough time and I would offer my wisdom to honourable Minister that I can spare much of my time to learn Rules of Procedure from him. So next time at least on this side of the aisle when he talked about the Rules and Procedure at least somebody would stand up and say this is not a right Rule or procedure that I would really appreciate, now I also appreciate the honourable Minister and also the Deputy Chairman to at least look into this matter in providing the basic amenities to its employees because it is duty of the Government. If we are talking about the performance of our employees then it is the duty of the Government to at least provide them a place where these people can live and perform their duty. Thank you very much.

Mr. Chairman: Mrs. Tanveer Khalid.

سینیٹر تنویر خالد: جناب چیئرمین! بہت شکریہ۔ جناب والا! جب میں بات کرنے کے لئے اٹھی تھی، اس وقت میں یہ بات کرنا چاہتی تھی اور اپنے colleague کو یہ بات کہنے لگی تھی کہ وہ جو صدر

کے ساتھ بے احترامی کرتے رہے ہیں، یہ علیحدہ بات ہے لیکن ان کی باتوں کے ساتھ غلط بیانی منسوب نہ کی جائے کیونکہ انہوں نے ہرگز کوئی ایسا جملہ نہیں کہا کہ بلوچستان کے عوام کو crush کیا جائے گا۔ انہوں نے یہ فرمایا تھا کہ جو miscreants ہیں، جو تخریب کاری کر رہے ہیں، جو installations کو damage کر رہے ہیں، ہم ان کو نہیں چھوڑیں گے یعنی انہیں سزا دینی چاہیئے اور دیں گے۔ and all of us, we agree کہ جو تخریب کاری جہاں بھی کر رہے ہیں اور ان کے بارے میں یہاں اجلاس میں، اخباروں میں، عوام میں، TV and Media میں بھی سب کی یہ رائے ہے کہ جو installations عوام کی بہبود کے لئے ہیں، جن سے عوام کو گیس پہنچتی ہے، بجلی پہنچتی ہے، ان کی حفاظت کرنا ہے کیونکہ عوام کو اندھیرے میں نہیں رکھنا ہے اور انہیں گیس بھی پہنچانی ہے۔ کوئٹہ کی اتنی سردی میں وہ installations damage کرتے ہیں تو پھر اسے repair کرنے کے لئے بند کرنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے وہاں کے عوام کو تکالیف اٹھانا پڑتی ہیں۔ لہذا ہم سب مانتے ہیں کہ جو تخریب کار ایسے کریں گے اور عوام کو اتنا نقصان پہنچائیں گے، اتنی تکلیف اور دکھ پہنچائیں گے اور اس کیفیت میں رکھیں گے تو کیا یہ انصاف ہے کہ یہ عوام کو تکلیف پہنچائیں۔ اس لئے ایسے miscreants کو سزا ملنی چاہیئے۔ خدا کرے کہ وہ پکڑے جائیں کیونکہ اکثر یہاں پر کوئی پکڑا نہیں جاتا۔ جب یہاں کسی murder کا ذکر ہو رہا تھا اور کہا جا رہا تھا کہ لوگ پکڑے نہیں جاتے تو مجھے ایک بدنصیب واقعہ یاد آیا تھا کہ کراچی میں when Benazir was Prime Minister ان کے بھائی کا قتل ان کے بنگلے کے سامنے ہوا تھا اور میرا خیال ہے کہ آج تک اس کے murderers پکڑے نہیں گئے ہیں جو کہ بہت sad ہے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جناب انور بیگ۔

Senator Muhammad Enver Baig: Thank you Mr. Chairman. I would like to respond to Senator Razina Alam's statement. She has just made it regarding the *Umra* trips to Saudi Arabia. Sir, these are the official figures from Pakistan Foreign Office and by the Foreign Minister that the former Prime Minister Mr. Jamali spent 60 million Rupees plus. Prime Minister Shujaat Hussain spent 15 million plus and Prime Minister Shaukat Aziz spent 11 million plus and the total amount is roughly 43 million Rupees. She says that she has got the receipt. I do not know what kind of receipts she is talking about? But I would like to draw the attention of the House that when the Prime Minister.

Mr. Chairman: I think that the answer of the question has already been tabled yesterday. So, that is a way you want to discuss on it.

Senator Muhammad Enver Baig: No, sir. I just want to respond to Mrs. Razina Alam.

Mr. Chairman: No, I think, she has given the statistics.

Senator Muhammad Enver Baig: No, sir. What I am trying to say is that these are special flights, charter flights and the expenses laid down by the Foreign Ministry on this, is the official record. It is official money which has been spent on all these delegations and on these free *Umara* trips. So, sir, what the Honourable lady Senator is saying that she has paid her own fare, then could she provide to the House the air tickets where she has paid and the accommodation in Saudi Arabia. Sir, this is all paid by the Ministry of Foreign Affairs and none of the honourable Members and the entourage members paid for any hotel accommodation or for transportation.

جناب چیئرمین، اس طرح تو debate چلتی رہے گی۔ آپ نے جو paper دیا ہے۔

سینیٹر رزینہ عالم خان، میں ایک بات کہنا چاہتی ہوں ۔ میں نے یہ بالکل نہیں کہا کہ میں نے اس کا خرچ دیا ہے بلکہ چوہدری شجاعت صاحب جو اس وقت وزیر اعظم تھے اور انہوں نے اپنے ساتھ لے جانے کے لیے جن جن کو مدعو کیا تھا ان کے ہوٹل کے تمام اخراجات انہوں نے pay کیے ہیں جس کی رسید میں نے آپ کی خدمت میں پیش کی ہے اور جو وہاں پر کھانے پینے کے اخراجات تھے، وہ میرے خیال میں سارے ممبرز نے اپنے اپنے دیئے تھے اور باقی جو اخراجات ہوٹل اور آنے جانے کے تھے ان کے بارے میں میں نے آپ کو رسید دے دی ہے۔

جناب چیئرمین، مسٹر محمد علی بروہی، نہیں ہیں۔ Follow the procedure. مسٹر لیاقت علی بنگزئی۔

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی، جناب چیئرمین! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ یہاں ہمارے ایک انتہائی محترم وزیر طارق عظیم صاحب نے پچھلے دنوں ایک statement floor پر دی تھی کہ ان کو ایک fax ملی ہے گوادر میں تین سو بندوں کی بھرتی کی، تو اس ضمن میں میں خود گوادر چلا گیا، وہاں میں

نوجوانوں کی organization سے ملا۔ انہوں نے کسی ایسی اطلاع کی تصدیق نہیں کی۔ میں آپ کے توسط سے وزیر مملکت صاحب سے گزارش کروں گا کہ ہمیں وہ فہرست مہیا کر دیں۔ نمبرا۔

نمبر۲ جناب چیئرمین! آپ کو یاد ہوگا جب آپ نے ECNEC کے حوالے سے ایک meeting طلب فرمائی تھی جس میں نیشنل ہائی وے کمیشن کے چیئرمین جنرل فرخ صاحب موجود تھے تو ہم نے اسی وقت اس meeting میں انہی خدشات کا اظہار کیا تھا کہ یہ جو کوسٹل ہائی وے بنی ہے یہ غیر معیاری ہے اور لگتا یوں ہے کہ اسے کسی انجینئر کی بجائے کسی دہقان یا کسی ڈاکٹر نے بنایا ہوگا۔ جس کا واضح ثبوت یہ ہے۔ جناب چیئرمین صاحب! آج میں اور ڈاکٹر اسمٰعیل صاحب یہاں موجود ہیں، یہ ہماری انتہائی خوش قسمتی ہے۔ رات ۲ بجے ہمارا ایکسیڈنٹ ہوا اسی کوسٹل ہائی وے پر، میں نے وہیں کہا تھا کہ اس کوسٹل ہائی وے کا نقشہ جس نے بھی بنایا ہے اس نے غلط جگہ پل بنائے ہیں اور جہاں پر پل بنانے تھے وہاں انہوں نے نہیں بنائے ہیں۔ جناب چیئرمین! ہم رات سفر کر رہے تھے، آرہے تھے۔ اب اس کی encatchment اتنی دور تک ہے کہ اتنی بارش ہو تو میلوں دور سے بھی پانی پہنچ جاتا ہے۔ ہم جیسے ہی ایک قصبے میں پہنچے، سیلاب کا ایک ریلہ آیا ہوا تھا ہمارے پاس ایک چھوٹی سی گاڑی تھی۔ وہ پل ایسے بنایا ہے کہ آپ کو نظر بھی نہیں آتا ہے۔ ہم آہستہ رفتار سے آرہے تھے اور ہمیں پتا چلا کہ ہماری گاڑی الٹ گئی اور اس میں ہم اللہ کے فضل و کرم سے تین بندے محفوظ رہے۔ اس حوالے سے میں ایک دوسری بات بھی کہنا چاہتا ہوں کہ جہاں FWO والوں کا کام ہوا ہے، وہاں انہوں نے reflectors بھی نہیں لگائے ہیں لیکن جہاں سویلین ٹھیکیدار نے اس کوسٹل ہائی وے پر کام کیا ہے۔ وہاں reflectors بھی لگے ہوئے ہیں۔ تو اس حوالے سے آپ please ایک committee بنائیں تاکہ وہ اس کو اجتماعی طور پر دیکھے۔ Zero point اتر سے لیکر گوادر تک اس کی تحقیقات کرے اور تمام papers اس کے سامنے لانے چاہئیں تاکہ انجینئرز کی خامیوں کی بھی وہ نشاندہی کر سکے۔ دوسری بات جناب چیئرمین صاحب ---

جناب چیئرمین: Communication پر already standing commmittee ہے وہ اس کو دیکھ سکتی ہے۔ وہ چاہے تو sub-committee خود بنائے بجائے نئی committee کے۔

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی: جناب چیئرمین صاحب! دوسری بات یہ ہے کہ الحمد للہ ہم تو موت کے منہ سے بچ گئے لیکن وہاں ہم سے پہلے already ایک ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔ ایک نئی کار غالباً ۲۰۰۴ء ماڈل کی تھی جو وہاں الٹی پڑی ہوئی تھی۔ اس میں میں نے خود چھوٹے چھوٹے بچوں کے بوٹ دیکھے، فراک دیکھے، اور اس گاڑی کی حالت ایسی تھی کہ میں اور ڈاکٹر اسماعیل صاحب نے کہا کہ اس میں شاید کوئی بھی آدمی زندہ نہیں بچ سکا ہوگا۔ گاڑی پڑی ہوئی تھی جہاں ہمارا ایکسیڈنٹ ہوا تھا اور جیسے ہی ہم کراچی پہنچے، ہمیں

اطلاع ملی کہ ایک بس بھی الٹ گئی ہے۔ بس کی تمام سواریاں وہاں زخمی ہیں۔ اس پر جناب چیئرمین! میں آپ کی توجہ چاہتا ہوں اور جہاں تک ہمارے صوبے کے گورنر صاحب کی statement کا تعلق ہے، انہوں نے کہا ہے کہ 50 کروڑ روپے کا اسلحہ بلوچستان میں پہنچایا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان کی انتظامیہ کی انتہائی نااہلی ہے کہ بلوچستان میں 50 کروڑ کا اسلحہ موجود ہے اور وہ یہ بھی فرمارہے ہیں کہ ہمیں شواہد بھی ملے ہیں اور جو ملک اس میں ملوث ہے کسی اور وقت پر اس کا نام لیا جائے گا۔ میں اس ایوان کے اور آپ کے توسط سے ان سے پُرزور مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ black & white پورے ملک کے سامنے لائیں، جو ملک اور بندے اس میں ملوث ہیں ان کو سامنے لائیں تاکہ اس وقت جو بے یقینی کی کیفیت پائی جاتی ہے، وہ دور ہو جائے۔ اسی کے ساتھ جناب چیئرمین میں ایک دفعہ پھر آپ کے توسط سے جناب طارق عظیم صاحب سے گزارش کروں گا کہ ہمیں وہ فہرست فوری طور پر مہیا کی جائے کہ جس میں انہوں نے اسی ایوان میں تسلیم کیا کہ تین سو آدمیوں کا انہیں fax ملا ہے، لیکن جو ہماری معلومات ہیں، میں خود گوادر گیا اور ڈاکٹر صاحب بھی میرے ساتھ تھے، اس وقت تک کسی ایک بھی بندے کے order نہیں ہوئے ہیں۔

جناب چیئرمین: نہیں possibility کہ کہاں کہاں ہو سکتا ہے۔

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی: وہ بیٹھے ہوئے ہیں، وہ اسے explain کر سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا تھا۔ میں، مہیم خان بلوچ اور بلیدی صاحب ان کے پاس گئے بھی تھے، شاید ان کی کوئی مصروفیت تھی اور وہ جلدی چلے گئے تھے۔ ہمیں ابھی تک وہ fax یا اطلاع نہیں ملی ہے۔ عوام ہم سے پوچھ رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: تشریف رکھیئے۔ سن لیں۔ جی طارق عظیم صاحب۔

سینیٹر طارق عظیم خان: جناب چیئرمین! میں نے اُس دن figures دی تھیں کہ employment کے حوالے سے ہمارے جو various projects وہاں پر چل رہے تھے تو یہاں سینیٹ میں بات ہوئی تھی کہ کون سے لوگ، کتنے لوگ دوسرے صوبوں سے وہاں پر employed ہیں، وہ figuers میرے پاس available ہیں، میں ان کو مہیا کر دوں گا۔

Mr. Chairman: Thank you. Dr. Ismail Buledi.

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جناب چیئرمین! ایک دو اہم مسئلے ہیں جس پر میں آپ کی اور اس ایوان کی توجہ یہاں مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ جو پیٹرولیم گیس کی رپورٹ ہمارے چیئرمین دلاور عباس صاحب نے یہاں پیش کی، اس دن ہم سات ارکان تھے اور سات ارکان میں سے پانچ نے جو recommendations دیں وہ اس میں شامل نہیں کی گئیں۔ مجھے افسوس ہے کہ جو agreement ہم سے کیا تھا کہ جو ہماری recommendations ہیں وہ یہ تھیں کہ ان کی PPL اس میں ملوث ہے اور

تمام تر ذمہ داری PPL پر ہے' اگر وہ اس کی فوری طور پر پولیس کو اطلاع دیتے تو یہ delay یا rocket firing نہ ہوتی۔ یہ میرا احتجاج ہے کہ سات میں سے پانچ کی recommendations کو رد کیا گیا لہذا یہ نہیں ہونا چاہیے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اہم مسئلہ FC کا ہے۔ ابھی میں اپنے علاقے میں گیا تھا' بار بار FC کے حوالے سے ہم بتاتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی اور ظلم کر رہے ہیں۔ میرا خیال ہے وزیر مملکت صاحب پہلے یہاں تشریف فرما تھے شاید اب ہیں یا نہیں۔ میرے گھر سے 25 کلومیٹر ایک جگہ ہے ناگ زامران' 31 دسمبر کو کم از کم FC کی سو کے قریب نفری وہاں گئی اور لوگوں کے گھروں میں چادر چار دیواری کے تحفظ کو پامال کر کے گھس گئے' وہاں فائرنگ کی اور لوگوں کو آنکھیں بند کر کے گاڑیوں میں پھینکا اور اپنے کیمپ میں لے گئے۔ دو دن کے بعد انہیں رہا کیا گیا' ان کے موٹر سائیکل اور دوسری املاک بھی لے گئے۔ جناب چیئرمین! ٹھیک ہے وہاں ایک حادثہ ہوا تھا' پہلے پانچ FC والے مارے گئے تھے۔ ہم تو پہلے سے کہہ رہے تھے کہ جو ملزم ہیں اور جو اس میں ملوث ہیں انہیں گرفتار کیا جائے لیکن بے گناہ لوگوں اور ہماری عورتوں کے ساتھ بدتمیزی کی گئی اور ہماری ثقافت کو پامال کیا گیا۔ لہذا آپ مکمل طور پر اس کا notice لیں otherwise ہم اپنی غیرت ' حیاء اور culture کے لئے اس کو کسی صورت برداشت نہیں کریں گے۔

جناب چیئرمین، آپ مجھے تفصیلات دیں' آپ نے پہلے بھی کہا ہے ہم نے ہر point کو دیکھا ہے' میں اس کو check کر لوں گا۔ ذرا مختصر رکھیں۔

سینیٹر مہیم خان بلوچ، جناب چیئرمین! جو بات انہوں نے کی ہے اور یہ بات کل اسلم بلیدی صاحب نے بھی کی تھی' اس قسم کی کارروائیاں بہت سی ہوئی ہیں۔ لہذا میں بھی ان کے ساتھ ہوں' اس کا notice لیا جائے اور جو گناہ گار ہے' جو ملزم ہے بے شک اس کے خلاف کارروائی کی جائے۔ بیگناہ لوگوں کے گھروں میں جانا یہ ٹھیک نہیں ہے۔

جناب چیئرمین، آپ تشریف رکھیئے' جی بلیدی صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی، جناب چیئرمین! ایک اہم مسئلہ ہے۔ میں پنجگور حبیب بنک میں گیا تھا' وہاں 20 کروڑ کا فراڈ ہوا ہے۔ سٹاف نے 20 کروڑ کی رقم ledger میں enter نہیں کی جو کہ لوگوں نے جمع کرائی تھی۔ اس فراڈ کے بارے میں ہم نے حبیب بنک کے President کو کہا ہے کہ وہاں ایک کمیٹی بٹھائیں انہوں نے قبول کیا کہ یہ فراڈ ہوا ہے لوگوں کو ابھی تک پیسے نہیں ملے۔ اس لئے آپ متعلقہ حکام کو کہیں کہ ان کے پیسے ان کو دیں۔

تیسری بات این ایچ اے والے جو سڑک گوادر سے اوشا تک بنا رہے ہیں۔ روگ ایک مقام ہے وہاں ایک سو دو سو سال پرانا روڈ ہے ۔ یہ تیس ہزار کی آبادی پرمشتمل ہے ۔ تو اس روڈ کو کراس کرکے تیس ہزار آبادی کو متاثر کر رہے ہیں۔ ڈی سی او نے ان کو نوٹس دیا ہے ۔ اگر آپ نہیں مانیں گے تو ہم آپ کو گرفتار کریں گے ۔ مجھے اطلاع ملی میں خود وہاں موقع پر گیا۔ لوگوں سے ملا۔

جناب چیئرمین! یہ زیادتی ہے۔ لوگوں کو اعتماد میں لے کر مطمئن کرکے اس طرف کیا جائے۔ اگر لوگوں کے ساتھ کوئی زیادتی کی گئی ان کو گرفتار کرنے کی کوشش کی گئی چونکہ یہ ہمارا علاقہ ہے۔ ہم ان کے ساتھ ہیں ۔ اور ہم یہ این ایچ اے والوں کو کہنا چاہتے ہیں اور مواصلات کے وزیر اور چیئرمین متعلقہ کو کہنا چاہتے ہیں۔ آپ اس کو قائمہ کمیٹی کے حوالے کریں تاکہ ہم ان کو بتا سکیں ۔ ورنہ ہم ایسے ان کو نہیں چھوڑیں گے ۔

جناب چیئرمین، آپ اس کی تفصیلات لکھ کر مجھے دیں ۔ اکبر خواجہ صاحب ۔ ----

(اس مرحلے پر جناب اسمٰعیل بلیدی صاحب احتجاجاً واک آؤٹ کر گئے)

جناب چیئرمین، تشریف رکھیں آپ کے مسائل کو دیکھا جائے گا۔ آئیے آئیے join us۔

سینیٹر آغا پری گل، جناب چیئرمین ! اگر مناسب ہو اور جس طرح بلیدی صاحب نے کہا ایک کمیٹی بنائیں کیونکہ ان کے مسئلے مسائل بہت زیادہ ہیں ۔

جناب چیئرمین، جی ہاں ۔ میں نے کہا ہے کہ جو جو نکات ہیں وہ مجھے لکھ کر دیں میں متعلقہ کمیٹی مواصلات کو refer کروں گا۔

سینیٹر آغا پری گل، دیکھیں ناں یہ دو سال سے بول رہا ہے ۔ آج تک کچھ بھی نہیں ہوا ۔ براہ مہربانی آپ اس پر ذرا توجہ دیں ۔

جناب چیئرمین،جی ضرور ۔ ڈاکٹر اکبر خواجہ۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اکبر خواجہ، جناب چیئرمین ! کل پارلیمنٹ لاجز میں یہ legislature governance کے فنڈز کے تحت ایک resource centre کھولا گیا ۔ میں اس کو appreciate اور welcome کرتا ہوں ۔ وہ اچھا مفید سارے Parliamentarians کے لئے رہے گا ۔ لیکن افسوس کی بات ہے اس کی جو management ہے ایک کرنل کے حوالے کر دی گئی ہے ۔ تو سارے Parliamentarians پر بھی اور Government Benches and Opposition side پر بھی وہ concerns ہیں کہ وہ کرنل صاحب Resource Centre کی management کیا کریں گے ؟ براہ مہربانی جو بھی relevant committeee ہے جو Parliament Lodges کو دیکھتی ہے سی ڈی اے

والے دیکھتے ہیں ۔ تو میں ان سے گزارش کروں گا کہ فوری طور پر نوٹس لیں ۔ یوسف رضا گیلانی پارلیمنٹ کے اندر as a Speaker کوئی appointment کرتا ہے تو اسے دس سال کی قید face کرنا پڑتی ہے ۔ میں چاہوں گا کہ آپ دونوں چیزوں کا نوٹس لیں ۔

جناب چیئرمین ، آپ مجھے کچھ کہہ رہے ہیں ۔ I am not aware of what are you saying . I will check کہ کیا ہے but the later part I have noted. مسٹر عبداللہ ریاڑ ۔

RE: THE DRUG CONTROL AUTHORITY.

سینیٹر ڈاکٹر عبداللہ ریاڑ، جناب چیئرمین! میں آپ کے توسط سے ایک اہم مسئلے پر وزیرصحت کی توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں ۔ جناب چیئرمین ! آپ کو یاد ہوگا ماہ قبل ایک arthritis medicine تھی جس کے cardiac side effects تھے اور وہ دوائی shelf سے اٹھائی گئی تھی ۔ مگر ہماری منسٹری کو کچھ زیادہ وقت لگا اس دوائی کو shelf سے اٹھانے میں ، کافی جانوں کو suffer کرنا پڑا ۔ انہوں نے وہ medicine شاید consume کی ہوگی اور adverse effects سے suffer کیا ہوگا ۔ پچھلے ایک ماہ سے FBNA نے another medicine which is from the same family celicopsive جو ہے وہ withdraw کی ہے from the beginning of January اور ابھی تک ہماری منسٹری نے اس کے بارے میں کوئی directive issue نہیں کیا ہے ۔ اس میں میری humble assessment اور observations یہ ہیں کہ ہمارے پاس drug adverse reactions کی vigilance کا کوئی سسٹم ہی موجود نہیں ہے ۔ اور Drugs Control Authority ہے ' ان کی vision میں یا ambit میں کہیں fit ہی نہیں ہوتی ۔ اس لئے میری یہ گزارش ہوگی منسٹر صاحب اگر اس issue کو larger picture میں دیکھیں some vigilance mechanism کو institute کیا جائے تاکہ وقتاً فوقتاً International Market میں products launch ہوتے ہیں اور ہماری مارکیٹ جو ہے ۔ sensationalize ہوکر ان کو consumption wicket پر لے آتے ہیں ۔ but later on those are withdrawn from the international market, but we continue to be the consumers and victims of that ایک تو یہ میری گزارش ہے اور دوسری میری Minister صاحب سے یہ بھی عرض ہوگی کہ اگر وہ کوئی Drug Regulatory Authority کے بارے میں تھوڑا سا غور فرمائیں کیونکہ in the developed world we have 30,000 plus products registered in Pakistan جوغریب عوام ہے ان ناموں سے سارا دن ان کا پالا پڑتا ہے ۔ اور practising community also is not very well -versed with and nobody can be with 30,000 products اس میں کوئی rationalization ہونی چاہیے

اور Drug Regulatory Authority کو revamp کیا جائے اس کا structure دوبارہ review کرکے اس کو نئی footing سے نئے terms of reference سے بنایا جائے تاکہ عوام کی صحت کے بارے میں جو products مہیا کی جاتی ہیں ان کو rationalize کیا جائے۔ Thank you.

Mr. Chairman: Nasir Sahib, you want to say something.

Mr. Muhammad Nasir Khan (Federal Minister for Health): I am thankful to the honourable Senator and I would like to respond primarily because what he was talking about the medicine it was the Vice Wikes medicine made by EMERK, at that particular time I was travelling to United Kingdom and the next day when we arrived we took the action within 24 hours. And this is also for the information of the honourable Senator and that in the United States, the FDA is some time exteremely aggressive in registering a lot of drugs . This particualr drug has been in the market by EMERK throughout the world and there are about 26000 cases of side effects of heart and other Cardio- vascular effects because of this drug. The moment EMERK internationally voluntarily withdrew this, we, within 24 hours gave instructions here. I myself talked to the four Health Ministers of the Provinces. The DG wrote to the Director General and there were 50 other drugs related to this, obviously honourable Senator has talked about . There were 50 drugs which were containing some part of the wikes element that was creating this. So, we took the action immediately and we are extremely aligned to the situation . Infact FDA is some times too aggressive and every year if you look at the United States, about 50 to 60 drugs are withdrawn so if you talk of Pakistan, we will not expose our people to those drugs but primarily because we here when we say that some drugs have side effects and no one is registered by the FDA and also by the United Kingdom. But the Europion drugs registering is much more conservative than the FDA. So that is one. On the second there are 25 or 28,000 drugs that are registered here, there are two arguments: if you

register less, then the people say why is not here a competition. Won't you inviting other people, so we have right now invited a lot of companies and the drugs are registered. So, hence there is lot of competition for example an Aspirin can also be got for Rs. 1 and also for Rs. 3 depending on the label and which company produces it. It's like a car we have 1200CC cars, you have SUZUKI, TOYOTA and so many others. So, the name brand is that for the people, for the consumers to make a choice but right now we are also looking at it. We have a Drug Regulatory Authority within the Ministry which is following it and we aggressively pursue any drug which is harmful to the people of Pakistan.

جناب چیئرمین، کلثوم پروین - آپ تشریف رکھیئے (دوسرے سینیٹر سے مخاطب ہوتے ہوئے)۔ کلثوم پروین آپ بولیں۔ آپ مجھے لکھ دیں جو آپ نے دیا ہے - یقین دہانی کیا کرائیں گے - آپ مجھے تفصیلات بتائیں تو میں check کراؤں گا اس کو۔ کلثوم پروین صاحبہ۔

سینیٹر کلثوم پروین، شکریہ - جناب چیئرمین! کچھ ایسے genuine problems ہوتے ہیں اگر ان کو وقت پر حل کر دیا جائے تو میرے خیال میں وہ بہت ہی اچھی بات ہوتی ہے - ہمارے ہاں کہتے ہیں کہ (ویلے دیاں نمازاں، کویلے دیاں ٹکراں)۔ جناب! ایک بہت ہی اہم مسئلہ جسے بنگزئی صاحب بھی اور ہم لوگ بھی کئی بار point out کرچکے ہیں، لک پاس جو کہ کوئٹہ سے ہوتا ہوا مستونگ کی طرف جاتا ہے - یہ پہاڑوں کو کاٹ کر ایک بہت ہی تنگ راستہ بنایا گیا ہے - اس پر کئی سو حادثات ہو چکے ہیں اور کئی اموات ہو چکی ہیں - ایک یا ڈیڑھ ہفتہ پہلے بھی ایک ٹرک وہاں سے نیچے گرا ہے اور اس میں عورتیں اور بچے مارے گئے ہیں -

جناب! ایک تو ہم نے NHA کے ساتھ دو مرتبہ اس پر meetings کیں - ہمیں بلایا بھی گیا مگر انہوں نے یہ کہا کہ ابھی تک یہ زیر غور ہے - ایک اس سڑک کو چوڑا کرنا ہے اور دوسرا یہاں ٹرینل بنانا ہے - میرا خیال ہے اگر بلوچستان کے package میں یا بلوچستان کی کمیٹی میں جہاں اور بہت اچھا relief بلوچستان کو دیا جا رہا ہے - یہ کوئی اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے اس کو بھی اس میں شامل کیا جائے تو میرا خیال ہے یہ ایک اور اچھا relief ہو گا -

جناب چیئرمین! میری Health Minister سے تھوڑی سی request ہے کہ بہت عرصے سے leprosy, جزام پر پورے پاکستان میں specially بلوچستان میں کام ہوا اور اتنا اچھا کام ہوا کہ تقریباً

جزام کے مریض وہاں سے ختم ہو گئے۔ اب کچھ عرصہ سے یہ شنید میں ہے کہ کچھ districts میں دوبارہ جزام کے مریض پائے جا رہے ہیں۔ جناب چیئرمین! یہ Germany کے تحت چلنے والا project تھا، مگر Federal کا اس میں ایک hold رہا ہے۔ اب وہاں جو hospitals ہیں، وہ misuse ہو رہے ہیں اور وہ doctors جو پہلے تھے یا تو وہ transfer ہو گئے ہیں یا کہیں چلے گئے ہیں، وہ experts بھی نہیں رہے بلکہ میرے خیال میں عام doctor جو بخار یا ملیریا وغیرہ کی دوائی دے سکتے ہیں، دوسری نہیں دے سکتے ہیں۔ اگر یہ hospitals جوکہ بڑے اچھے بنائے گئے ہیں، خاص کر میں بلوچستان کی بات کرتی ہوں، میں نے خود ان کے visits بھی کئے ہیں، اگر ان hospitals میں جزام کے مریض نہیں ہیں تو میرا خیال ہے کہ اس کو دوسرے کاموں کے لئے یا دوسرے مریضوں کے لئے وقف کیا جائے کیونکہ بلوچستان میں تو ویسے ہی کمی ہے۔ میرا خیال ہے کہ ایک تو یہ hospitals اور doctors جو ہیں، ہم نے تو یہی دیکھا ہے، نرسیں وغیرہ وہ سارا وقت فارغ ہی بیٹھی ہوئی ہیں اور کوئی دو چار نرس یا دائی type خواتین یا ایک آدھ doctor وہاں پر بیٹھا ہے، یہ بہت بڑے hospitals بنے ہیں۔ انہوں نے بڑے اچھے کام کئے ہیں۔ میں Minister Health سے request کروں گی کہ ان hospitals کو misuse نہ ہونے دیا جائے بلکہ یہ ہماری ضرورت ہے، وہاں اس چیز کی shortage ہے۔ انہیں دوسرے ہسپتالوں میں convert کر کے، ان کو استعمال کے قابل بنایا جائے۔ Thank you.

Mr. Chairman: Mr. Aslam Buledi.

سینیٹر محمد اسلم بلیدی: شکریہ جناب چیئرمین۔ میں Governor بلوچستان کی statement کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ جناب والا! جہاں تک Governor صاحب کی اس بات کا تعلق ہے کہ بلوچستان میں کسی بیرونی ملک سے پچاس کروڑ روپے کا اسلحہ لایا گیا۔ میں کہتا ہوں---

جناب چیئرمین: اسلم صاحب! یہ already بات ہو چکی ہے اور کوئی بات ہے، نئی چیز ہے تو بتائیں، اس پر تو comments ہو چکے ہیں۔

سینیٹر محمد اسلم بلیدی: Sir, اسی پر میں بات کروں گا۔

جناب چیئرمین: میرے خیال میں points of order پر ابھی باقی بھی رہتے ہیں، کوئی نئی بات ہے تو کریں۔

سینیٹر محمد اسلم بلیدی: یہ point of order ہے، مجھے بولنے دیا جائے۔

جناب چیئرمین: نہیں، اس پر بات ہو چکی ہے۔

سینیٹر محمد اسلم بلیدی: اس پر میرا view اس سے مختلف ہے۔

جناب چیئرمین، نہیں، debate تو نہیں ہو رہی ہے کہ ہر کسی کو دینا ہے، مجھے جو iist ملی ہے، اس میں یہ agree ہوا تھا کہ یہ سننا ہے۔

سینیٹر محمد اسلم بلیدی، میرا view اس سے مختلف ہے، آپ مجھے بولنے دیں، میں بھی بولنے کا حق رکھتا ہوں۔

جناب چیئرمین، نہیں، آپ کو آپ کے حق سے کون روک رہا ہے لیکن وہ بات کریں جو یہاں نہیں ہوئی ہے۔

سینیٹر محمد اسلم بلیدی، اگر آپ مجھے نہیں بولنے دیں گے تو میں اس ایوان میں نہیں بیٹھوں گا۔

جناب چیئرمین، وہ آپ کی مرضی ہے، وہ ہو گیا ہے تو اس کا کچھ نہیں کر سکتا ناں۔

سینیٹر محمد اسلم بلیدی، جب میری باری آتی ہے تو پھر آپ---

جناب چیئرمین، میں point کی بات کر رہا ہوں، میں آپ کی باری کی بات نہیں کر رہا ہوں جو ہو چکا ہے۔

سینیٹر محمد اسلم بلیدی، یہ بھی ایک point ہے، میرا view ان سے مختلف ہو۔

جناب چیئرمین، ان کی جو statement ہے، اس پر already comments ہو چکے ہیں۔

سینیٹر محمد اسلم بلیدی، اس نے اور طرح کی، شاید میرا view ان سے مختلف ہے۔

جناب چیئرمین، اچھا، جلدی مختصر کریں، مجھے House کی طرف سے ہے، آپ کے leaders کی طرف سے ہے کہ آگے چلیں۔

سینیٹر محمد اسلم بلیدی، آپ نے point of order سب کو دیا ہے جب میری باری آتی ہے------

جناب چیئرمین، اچھا بولیں، مختصر بولیں، بات ایسی کریں جو کہ نئی ہو۔

سینیٹر محمد اسلم بلیدی، میں ضرور مختصر بولوں گا۔

Mr. Chairman: O.K.

سینیٹر محمد اسلم بلیدی، جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ پچاس کروڑ روپے کا اسلحہ لایا گیا، میں کہتا ہوں کہ صحیح ہے، پچاس کروڑ روپے کا نہیں، پچاس ارب روپے کا اسلحہ لیا گیا اور وہ بھی صرف بلوچستان میں نہیں، پورے ملک کو اسلحہ کا ڈھیر بنا دیا گیا۔ کاش! کہ Governor صاحب میں یہ

ہمت ہوتی، یہ courage ہوتی کہ اسلحہ کب لایا گیا اور کس نے اسلحہ لایا؛ میں یہ کہتا ہوں کہ آج اس ملک کے اندر اسلحہ کی جو ریل پیل ہے، اس کی تمام تر ذمہ دار اس وقت کے غیرجمہوری، مارشل لائی، رجعتی حکمران تھے۔ اس ملک کو اسلحہ کا ڈھیر بنا دیا گیا اور آج Governor صاحب کو صرف اور صرف بلوچستان نظر آ رہا ہے۔ ہم ترقی پسند لوگ، قوم پرست لوگ اس وقت بھی کہتے تھے، اس ملک کے حکمرانوں کو کہتے تھے کہ آپ جو کچھ کر رہے ہیں، آپ غلط کر رہے ہیں، آپ کلاشنکوف culture یہاں رائج کر رہے ہیں۔ کل یہ آپ کے گلے میں fit ہو گا، آپ heroin culture رائج کر رہے ہیں، کل یہ آپ کے گلے میں fit ہوگا۔ آج بالکل وہی ہو رہا ہے لیکن اس وقت ہماری باتوں کو نظر انداز کیا گیا، ہمیں کسی اور کا agent کہا گیا۔

جناب چیئرمین! آج یہ ملک جس نہج پر پہنچا ہے، اس کے ذمہ دار اس ملک کے غیرجمہوری حکمران، اس ملک کے رجعتی ٹولے، اس ملک کے وہی لوگ جو یہاں پر ترقی نہیں چاہتے تھے تو وہی اسلحہ کے ذمہ دار ہیں۔ کاش! Governor صاحب کو اس وقت یہ بات کرنی چاہیے تھی لیکن کل وہ دوسرے حکمرانوں کی گود میں بیٹھا ہوا تھا اور آج ان حکمرانوں کی گود میں بیٹھا ہوا ہے۔ تاریخ نے ہمارے موقف کو سچ ثابت کیا اور ہم کل بھی سچ پر تھے اور آج بھی سچ پر ہیں۔ مہربانی۔

جناب چیئرمین: جی بھنڈر صاحب۔

Senator Ch. Muhammad Anwar Bhinder: Sir, I refer you to Rule 216 (4). Rule 216 deals with the decision on the Point of Order. I have already many times pointed out that we should go by the Rules and the Rules of Procedure and should strictly abide by that. Because sir, all these proceedings are recorded in the debates. The debates are for the future assemblies to follow. The debates are for the provincial assemblies to follow and we raise here points of order but in the parliamentary practice and in the Rules of Procedure and in the Rules of Procedure of every parliament, it is obligatory that every point of order which is raised that is to be decided by the Chair whether it is in order or it is out of order. This is Sub Rule 4 "Subject to the provisions of Sub Rule (1) (2) and 3, a member may formulate a point of order and the Chairman shall decide whether the point raised is a point of order and if so, give his decision thereon which

shall be final".

Sir, so many points of order have been raised on the floor of the House and this is not a practice today, this is the practice every day that the points of order are raised but on every point of order raised, it is obligatory that a decision should be given on that. Because your decision given, would be a precedent as there is a ruling of the High Court or the Supreme Court, it is the ruling of the Chair which determines the genuineness or the regularity or irregularity of the proceedings of the House. So, sir I would submit that if your honour has to allow all these points of order everyday and innumerable points of order then, you should sir, give your decision in respect of each and every point of order whether that is in order or that is out of order. Because if your honour will not give the ruling on this point of order that it is out of order or in order then, I would very humbly submit that our debate or our books which are quite bulky and which deal with every point of order, it will be presumed that these points of order were valid points of order and they were not invalid points of order. And if we have to rule them that all the points raised here are in order and they were not invalid or they were not out of order then, anything under the sky on any day without any agenda, without any programme, shall be admissible, shall be relevant, shall be discussed and we shall have no rules of procedure on this point of order. I will very humbly submit that kindly after raising of every point of order, give your ruling whether this is in order or out of order. Thank you sir.

Mr. Chairman: Bhinder Sahib! Thank you very much for raising this point. It helps me and I hope all members have heard. You yourself also raise these points sometimes. There is no coordination with the Parliamentary Leader. I think, I have to go by the sense of the House. If I have not said anything then they were in order. Let us now get on. the issue before us, we were discussing

the KESC. I think, you want to carry on with that debate. Prof. Khurshid Ahmed.

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد۔ جناب والا! آج کچھ تحاریک التوا بھی آئی تھیں اور رولز کے مطابق پہلے تحاریک التوا آنی چاہئیں پھر discussion ہونی چاہیے۔

جناب چیئرمین۔ میرا خیال ہے یہ سلسلہ چل رہا تھا، اس کو ختم کرلیں۔

ADJOURNMENT MOTION: RE: PRIVATIZATION OF KESC

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد۔ جیسے آپ چاہیں، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب والا! KESC کی privatization پر اس ایوان میں گفتگو ہو رہی ہے، اس سلسلے میں میں ابھی چند گزارشات آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ سب سے پہلی چیز یہ ہے نج کاری کے معاملے میں، گو ہم اس وقت کے ای ایس سی کی بات کر رہے ہیں لیکن مجھے اس مسئلے پر شدید اضطراب ہے کہ نج کاری کا concept اور جس طرح ہم اس طرف آگے بڑھ رہے ہیں اس پر ٹھنڈے دل سے غورکرنے اور evaluate کرنے کی ضرورت ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ privatization کو ہم نے ہر مسئلے کا علاج سمجھ لیا ہے، panacea سمجھ لیا ہے اور حکومت خصوصیت سے public enterprises -----ان کے کیا مسائل ہیں، خرابیاں کہاں ہیں، بجائے اس کے کہ ان کا سائنسی تجزیہ کیا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ ہمارے لیے privatization کا صحیح model کونسا ہو گا۔ ہم پھر اس کو disinvest کرنے اور اونے پونے خاص طور پر جو strategic اہمیت کی چیزیں ہیں ان کو ملک میں بھی اور ملک کے باہر کے investors کو دے دیں۔ یہ بڑا میری نگاہ میں سنجیدہ مسئلہ ہے اور اس میں ملک کے strategic مفادات involved ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ privatiztion کے پورے concept کو review کرنے کی ضرورت ہے اور اب تک جو کچھ ہوا اس کا جائزہ لیا جائے۔ Privatization کا ایک model نہیں ہے۔

بنیادی چیز یہ ہے کہ اگر public sector کے enterprises نقصان میں جا رہے ہیں تو ہم کس طرح ان کی management درست کر سکتے ہیں اور جو خرابیاں ہیں ان کی ساکھ کے لیے صحیح راستہ کیا ہے۔ اس طرح معاملات کو دیکھے بغیر محض یکطرفہ انداز میں privatize کر دینا، میرے خیال میں یہ پالیسی صحیح نہیں ہے۔

آپ کو پتا ہے کہ privatization کے سلسلے میں دور جدید میں دو بڑے بڑے model ہمارے سامنے آئے ہیں، ایک model وہ ہے جو برطانیہ میں 1979 سے 1989 تک تھیچر کے دور میں اختیار کیا گیا اور دوسرا model وہ ہے جو سویت یونین کی disintegration کے بعد روس میں اور command

economy جہاں جاتی ہے Eastern Europe. ان کے بارے میں اختیارکیا گیا ہے۔ ان تمام کے تجربات کو سامنے رکھ کر کے ہمیں conceptually اور operationally اس پورے معاملے کو review کرنے کی ضرورت ہے۔ اس اصولی بات کے کہنے کے بعد میں KESC پر آتا ہوں۔

KESC کے بارے میں جناب والا! آپ کے علم میں یہ بات ہے کہ ادارہ ایک private corporation کی حیثیت سے 1913 میں قائم ہوا اور 1952 میں اسے حکومت نے strategic اہمیت کراچی کے دارالخلافہ ہونے اور بجلی کی فراہمی کی ایک بنیادی عوام کی ضرورت ہونے کی حیثیت سے اس کے بارے میں ایک role ادا کیا اور 1952 سے یہ ایک autonomous body کی حیثیت سے کام کر رہا ہے۔ نہایت کامیابی کے ساتھ کراچی اور ملحقہ علاقوں کی حقیقی ضرورت کو پورا کے لیے استعمال ہوا اور میرےعلم کی حد تک 1996 تک ایک profitable, viable ادارے کی حیثیت سے اس نے کام کیا ہے۔ گو statiscs شروع ہو گئے تھے اور statiscs کا آغاز سب سے پہلے اس چیز سے ہوا ہے کہ 1980s میں ادارے کی autonomy کو متاثر کیا گیا۔ واپڈ کے ساتھ اسے linkage کے لیے مجبور کیا گیا اور اس کے بعد PSO سے oil لینے پر مجبور کیا گیا ان قیمتوں کے اوپر جو اس کے لیےeconomic نہیں تھیں۔ اس کے بعد پھر خاص طور پر جب IPP کا معاملہ آیا تو نتیجہ کے طور پر KESC کی production uneconomical ہو گئی، unavailable ہو گئی اور 1996 سے لے کر اب تک یہ ادارہ down trend رہا۔

اگر ہم اسبابِ متعین کریں تو میری نگاہ میں سب سے پہلی چیز اس کے autonomous character کو ختم کرنا ہے۔ یہ بھی ایک غیرجمہوری دور میں ہوا۔ اس کی کوئی accountability نہیں ہوئی۔ اس کے بعد یہ دونوں معاملات ایک واپڈا سے جوڑنا، PSO سے تھرمل پاور کی بناہ پر اسے مجبور کیا جانا اور IPPs, heavy cost کو برداشت کرنا ہے۔ ساتھ ساتھ ادارے کی Management میں سیاسی interference, theft, line losses 40% حالانکہ یہ ایک constructed علاقہ ہے، ٹھیک ہے وہ مجھے پتا ہے کہ ٹھٹھہ تک اس کا range ہے لیکن line losses 41% سے لے کر کے 60% تک یہ Asian Development Bank کی رپورٹ 2000 کی میرے پاس ہے، جس میں وہ کہتے ہیں کہ 60% تک ایک سال کے اندر وہاں پر losses ہیں اور اس کی main وجہ theft ہے۔ اگر اخباری جائزہ صحیح ہے تو اس معاملے میں defaulter مرکزی حکومت ہے، صوبائی حکومت ہے، public sector enterprises ہیں اور سب سے زیادہ کلفٹن اور Defence Society کے علاقے کے consumers ہیں جس کے نتیجے کے طور پر 40 سے 60% defaulters اس کے اندر ہیں۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ حکومت نے ان تمام کو قابو میں کرنے کے لیے کیا کیا۔ کہا گیا کہ اس کی انتظامیہ کو بدلا جائے اور جس طرح ہمارے ہاں ایک thinking

ہے کہ ہر ادارے میں یہ سمجھ کر کہ گویا کہ فوج کے لوگ ہر مسئلے کا حل ہیں' اسے فوجی انتظامیہ کو دیا گیا ہے۔ ساڑھے تین سال سے ایک بریگیڈیر اس کا MD ہے۔ 30 Senior Officers, 70 سے 75 دوسرے افراد 100 سے زیادہ کا عملہ لایا گیا' اس دعوے کے ساتھ کہ اس طرح ہم اس کی management ٹھیک کر دیں اور privatization کی جاسکے گی۔

جناب! نتیجہ کیا ہوا' ہر سال اس کا accumulative loss بڑھا ہے۔ اب نتیجہ یہ ہے کہ اس وقت آپ نے اس کو اونے پونے یعنی 15 ارب میں بیچا ہے۔ ٹھیک ہے 5 ارب یا 4-1/2 ارب کے قریب مزید investment ہونا ہے۔ اس لیے آپ کہتے ہیں کہ 20 ارب ان کو مل رہا ہے۔ ایک ایسا ادارہ جس کے assets 60 billion سے زیادہ کی ہیں' اسے اس انداز میں دینا' اس سے پہلے جو رپورٹ میں نے پڑھی ہے' اس کے اندر expected price 60 billion رکھی گئی تھی لیکن جو آپ کو ملا ہے وہ اس کا one third ہے۔ میں یہ جاننا چاہوں گا کہ House کے سامنے یا اس کی relevant Committee کے سامنے تمام تفاصیل لائی جائیں۔ ٹھیک ہے اس کی net worth پچھلی مدت سے منفی ہو گئی تھی اور جس طرح میں نے عرض کیا کہ اس کے بڑے واضح اسباب ہیں لیکن ہم نے کہاں اصلاح کی کوشش کی اور electricity جس کے ساتھ تقریباً سمجھ لیجیے کہ 17 million افراد اس کی range میں آتے ہیں یعنی consumers,1.7 billion اس کے customers تھے جن میں بڑی تعداد عام شہریوں کی ہے' یہ سب اس سے متاثر ہوں گے۔ اس کے ساتھ پھر labour کا مسئلہ ہے ۔ یہ بات ہمیں بتائی گئی ہے کہ ایک سال تک کسی کو employment سے نکالا نہیں جائے گا لیکن جناب والا! 10,000 سے زیادہ regular اور 8000 سے زیادہ contract employees ہیں۔ یہ کراچی کے لیے ایک بڑا اہم مسئلہ ہے اور اگر ایک سال کے بعد انہیں نکالا جانا ہے تو پھر اس کی بڑی serious consequences ہیں۔ یہ پہلو بھی ہمارے سامنے رہنا چاہیے۔ میں ساتھ ہی یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ شروع میں میرے علم کی حد تک اور خود Asian Development Bank کی جو رپورٹ ہے energy strategy کے بارے میں' اس میں اشارہ کیا گیا ہے کہ شاید 51% shares دیے جائیں گے۔ کیا وجہ ہے کہ ہم 51% سے 73 پر آگئے۔ حکومت کی ownership کا وہاں پر رہنا میری نگاہ میں بہت ضروری تھا۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ اس معاملے میں ہماری strategy بہت مختلف ہونی چاہیے تھی اور یہاں میں کہنا چاہتا ہوں کہ دو تین فیصد جو باقی shares ہیں لیکن market share کی value جو 4 فروری کو واقع ہوا ہے minimum 7.51 or maximum 8.4 rupee, 10 rupees کے ایک share کی قیمت ہے کیوں کہ ہم نے اس کو 1.5 plus میں دیا ہے یہ differential کیوں ہے۔ ہم نے یہ راستہ کیوں نہیں اختیار کیا کہ آہستہ آہستہ 2%, 1% share کی ہم market بناتے تاکہ market اس میں شریک ہوتی۔ اس طریقے سے ownership کا transfer اور

management کا یہ دو مختلف چیزیں ہیں۔

جناب والا! Privatization کا ایک model وہ بھی ہے کہ جس میں ownership حکومت کے پاس ہوتی ہے یا limited ownership, 10%, 15% کے shares باہر کے افراد کو دیتی ہے اور management صرف باہر کی اور private ہو گی۔ خاص طور پر آج جو corporate culture ہے اس کی روشنی میں یہ بات کہنا کہ یہ باہر کا کوئی ایک owner ہونا چاہیے' یہ ضروری نہیں ہے۔ آخر بڑی بڑی corporations کے اندر لاکھوں shareholders ہوتے ہیں جو اس کے owners ہیں لیکن Management owner نہیں ہوتی۔ Professional Manager ہوتے ہیں اور accountability ہوتی ہے تو privatization کے مختلف models ہیں اور خاص طور پر وہ ادارے جو strategic اہمیت کے حامل ہیں' ان میں میری نگاہ میں ownership حکومت کے ہاتھوں میں رہنی چاہیے کم از کم 50%, Management پر آپ enterprises کو شریک کریں' autonomy دیجیے اور سیاسی interference, theft, corruption, mismanagement غلط priorities اور جو غلط چیز ہے کھل کر ان کی اصلاح کیجیے۔ پرائیویٹ سیکٹر کا شریک ہونا اور Professionalism اس کا راستہ ہے لیکن ہم نے یہ راستہ اختیار کرنے کی بجائے unload کو 73% Share کر دیا ہے۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ فیصلہ صحیح نہیں ہوا ہے اس پر مزید investigation کی ضرورت ہے۔ House میں facts لائیں اس سے زیادہ اگر تیار ہوں تو relevant committee میں لائیں اور وہاں پر تفصیلات پیش کریں' اس سے آگے بڑھ کر یہ بات کروں گا کہ پوری privatization policy کو recheck کرنے کی ضرورت ہے اس میں صرف یہ ایک model نہیں ہے کہ آپ پرائیویٹ سیکٹر کو check کریں یا نوٹ کیا جائے بلکہ آپ دیکھیں کہ کس انڈسٹری میں' کس سیکٹر میں' کون سا مناسب طریقہ ہوگا جو ایک طرف ہمارے strategic مفادات کو محفوظ رکھ سکے' consumer محفوظ رہ سکیں۔

میں ایک بات آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ telecommunication کو جب تھیچر گورنمنٹ نے privatize کیا تو انہوں نے ایک بڑا ہی meticulous system adopt کیا۔ پہلی چیز انہوں نے یہ رکھی کہ consumer کو safegaurd کرنے کے لئے ایسا supervisory machanism بنایا جائے گا اور اس میں consumers کے نمائندے ہونگے اور اس کی سالانہ رپورٹ پارلیمنٹ کے سامنے آئے گی۔ دوسرا انہوں نے لیبر کو ملوث کرنے کے لئے ملازمین سے کہا کہ وہ 10% share خرید سکتے ہیں۔ انہوں نے لیبر کو free share دیئے اور اس کے ساتھ incentive share دیئے کہ اتنا share free ملے گا اور اس کے بعد اتنا مزید آپ لے سکتے ہیں اس price کے اوپر کہ جس پر یہ دیا جا رہا ہے۔

پھر انہوں نے دیکھا کہ consumer کے لئے کیا کیا چیزیں درکار ہیں۔ urban کے لئے الگ'

rural کے لئے الگ حتیٰ کہ disabled persons کے لئے الگ۔ یہ ساری چیزیں سامنے رکھتے ہوئے انہوں نے model بنایا اور وہ بڑا کامیاب رہا اور اس کے نتیجے کے طور پر within three years نہ صرف یہ کہ competition بڑھا اور consumer کے لئے آسانی پیدا ہوئی۔ دنیا میں بہت سارے ماڈل ہیں۔ میں یہ بات Privatization Commission کو اور اس کے سربراہ میری نگاہ میں ایک لائق Economist ہیں بجائے اس کے کہ وہ مکھی پر مکھی ماریں۔ جس طرح پہلے کر دیا گیا ہے اس کو آگے بڑھاتے جائیں، یا جو IFI's کہہ رہے ہیں۔ اور میرے علم کی حد تک اس privatization کے اندر IFI's اور lenders کی پالیسی کا عمل دخل ہے اور 51 سے 73 آنے میں بہت بڑا role غالباً ان کے pressure کا۔ یہ سارے پہلو قومی اہمیت کے ہیں۔ جن پر پارلیمنٹ کو بھی اعتماد ہونا چاہیے اور میری نگاہ میں ہماری کمیٹی کو گہرائی میں جا کر تمام حقائق کو سامنے رکھ کر review کرنا چاہیے اور آگے کے لئے جو privatization کا model کسی ایک خط پر نہیں بلکہ حالات کی مناسبت سے اس کے اندر different barriers مختلف شکلیں ہونی چاہئیں اور ہر case کی مناسبت سے ایک راستہ اختیار کیجیئے۔ اس سے آپ بہتر خدمت سرانجام دے سکیں گے۔ بہت بہت شکریہ۔

Mr. Chairman: Mr. Ahmed Ali.

Senator Ahmed Ali: Thank you, Mr. Chairman. Continuing the debate on KESC privatization, I would like to say one word. Government has got no business to do business, business is always with the private people. I regret the day that was one prime morning of January that I had the newspapers with full of news that all things will be Nationalized; the Banks were nationalized; the education was nationalized; the industries were nationalised and I come back again government has no business to do business, business is with the private sector.

Now what happened that's history. I am not going to repeat, eveybody knows what happened but at later stage the government realised that some thing is wrong so, they started denationalizing. They started to sell the industries but no buyers; reasons, because nobody is making profit; no industry is making profit; every body is making loss. So, what they did, they had to sell some thing; they started selling the industries which were profitable, like Kot Addu project. It was

making profit but they sold it . Ok. That is fine. Then came the regime of Pervaiz Mussharraf, he had some fine gentlemen with him working. I can namely Prime Minister Shaukat Aziz, then the State Bank Governor, then the National Bank's President, then the gentelman sitting next to me. They formed the good team and they started working on it slowly and surely, there was the time and there were no buyers now there are five buyers, six buyers of the same industry. I give congratulation to the people who have bought the KESC. There was a big hole. The government was financing. 5 million, 10 million I do not know how many billions they were financing but they still bought it. I give credit to those people that how they planned it. God knows, but they definitely are going to make some profit out of that. So far the labour is concerned, as an industrialist I can tell you very frankly nobody will take out the labour unless it is absolutley not workable. They entertain the labour because they need the labour. Labour is the back bone of every industry and they need the labour so they will not take out the labour. This is wrong. May be at the later stage, I don't know how the computerization works out, how the things go on but I have got my reservations. If I would have been in the place, I would have divided the case into five different regions and so to five different buyers to create a competition so that I am giving a choice to the people, the consumers to buy it from different sides or buy it from the west side or buy it from East side because this happens in all parts of the world that you can buy from any district if you like.

Any how, the point is that I would like to have some kind of assurances from the Minister, No.1. that the labour will be taken care of and second point is that you will not increase the rate of the electricity unless the prices of oil go up or something happens which is uncontrolable. You will keep an eye at least for 7 years whatever the contract you make. That is the best possible solution I can give. I think this is a very good thing which has happened and it should keep on

happening so long as we get it to our debts whatever we have. Thank you very much, Mr. Chairman.

Mr. Chairman: Dr. Akbar Khawaja.

Senator Dr. Muhammad Akbar Khawaja: Thank you Mr. Chairman for allowing me to participate in the discussion on the review of KESC privatization. I would like to make it clear in the beginning that the mis-governance of Ministry of Water and Power has led to the power sector crisis. So, I am not putting all blames on the shoulder of our Privatization Minister, Dr. Hafeez Shaikh but for the sake of discussion, let me recap some of the key elements of the KESC up front that this corporation is being managed by military since 1999 with a weak governing structure, poor management, massive corruption, inefficient operations, power thefts, illegal power supply, reduced billing collections and of course that problems.

Mr. Chairman, the incompetent military officials have been causing failure of the institutions specially KESC and WAPDA. Personally, I am not against the privatization process but I fully endorse that my Leader of Opposition, Mr. Raza Rabbani has mentioned yesterday and I will repeat some of the points in my discussion.

Mr. Chairman, I would like to draw your attention a little bit on the background of the process when it started. It did not start when Hafeez Shaikh was the Minister, it did not start when election took place in October, 2002. It started back in February, 2002

جناب شوکت عزیز صاحب اس وقت وزیر خزانہ تھے۔ اس وقت جنرل مشرف صاحب کی cabinet نے یہ decide کیا کہ KESC کی privatization کا عمل جولائی 2002، میں complete ہونا تھا اور اس وقت جو value appraise کی گئی آج کی privatizatin میں تین سال پہلے کا process سامنے رکھا گیا۔ حفیظ شیخ صاحب نے ایک statement میں کہا ہے کہ ہم نے پچاسی بلین کی subsidy contribute کی ہے پچھلے ماضی کے کئی سالوں میں اور خصوصاً پچھلے تین سالوں میں 35 ارب روپے کی subsidy contribute

to overcome the losses.کی گئی

جناب چیئرمین! میں آپ کی توجہ اس طرف دلاؤں گا کہ کیا ایسی چیز تھی کہ یہ تین سال کا extensive delay کیا گیا ہے اس privatization کے عمل میں، شوکت عزیز صاحب نے کہا کہ یہ مشکل عمل تھا، واقعی مشکل عمل تھا لیکن اس کو سونے کی طشتری میں پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی اتنے مہنگے جہیز کے ساتھ۔ جبکہ KESC ایک ایسے وقت پر آ رہی تھی کہ وہ سارے losses یا مزید جو subsidy تھی یا national budget پر جو burden تھا وہ کم ہوتا نظر آ رہا تھا اور اتنی کم price پر جیسے پروفیسر خورشید صاحب نے mention کیا کہ market price per share 7.5 versus 1.5 اور جیسے پروفیسر غفور صاحب نے کل کہا کہ ایک اور privatization کے عمل میں جو بات سامنے تھی کہ private sector کا skill factor سامنے نہیں رکھا گیا اور جس گروپ نے اس کو adopt کیا شاید ان کا power sector میں زیادہ experience نہیں ہے۔

جناب چیئرمین! ایک اور چیز میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں کہ اگر اس کی generation capacity دیکھیں اس وقت تقریباً 1500 watts جو KESC support کر رہی ہے اور 500 watts, WAPDA کی مدد سے کر رہی ہے لیکن 2006 in near future میں HUBCO,KESC کے link projects کی وجہ سے اور نیا Generation Plant, which is already in progress by 2007, وہ اس کو additional generation capacity 1000 Mega Watts دے گا۔ یہ investors کے لئے definitely attractive unit تھا یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی جو کہ بہت ہی مشکل چیز تھی جس کی privatisation کسی سونے کی طشتری میں رکھ کر پیش کرنے کی ضرورت تھی۔ Anyway میں ایک دو اور چیزیں کہنا چاہتا ہوں چونکہ اس وقت کافی points cover ہو گئے ہیں لیکن میں اسے چند ایک points کے ساتھ conclude کروں گا۔

جناب والا! ایک تو bidders کی expertise ہے اور skill level ہے، جسے سامنے نہیں رکھا گیا۔ timing کے بارے میں عرض ہے کہ تین سال کا extensive delay جو ہے، یہ میرے خیال میں ناقابل قبول ہے۔

جناب والا! دوسری بات یہ ہے کہ جو appraise value پورے business scale کی ہے ' I do not know کہ کس نے اس کا financial analysis کیا ہے اور consumers کے لئے جو services delivery ہے ' اس کی کیا assurance ہے جو employess کے rights ہیں--- یہاں تقریباً دس ہزار regular employees ہیں ' seven thousand contract employees ہیں ' ان کے بارے میں کوئی assurance سامنے نہیں ہے۔ جناب چیئرمین ! اس کے علاوہ agriculture sector کو

جو power subsidy ملتی تھی تو کیا یہ نئے investors ان کو یہ assurance دیں گے کہ وہ انہیں ملے گی۔ اس کے بارے میں بھی وزیر صاحب rebuttal کریں گے۔ اس کے علاوہ KESC کچھ sensitive units like Defence and Navy کو بھی energy supply کر رہی تھی۔ اس کے بارے میں وزیر صاحب کا کیا reaction ہو گا۔

جناب چیئرمین! جیسے پروفیسر خورشید صاحب نے indicate کیا ہے کہ بجائے اس کے ایسے فیصلے ہاؤس کے سامنے ایک decision کے بعد لائے جائیں تو یہ اچھا ہوتا کہ اس decision سے پہلے اسے سینیٹ میں یا سینیٹ کی متعلقہ Standing Committee میں اسے زیر بحث لایا جاتا۔ بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: جناب عبداللہ ریاڑ۔

Senator Dr. Abdullah Riar: Thank you Mr. Chairman. I appreciate for giving me the opportunity to share my views on the privatisation of KESC. As my learned colleagues have already shared their data on the animal of KESC since the creation of 1913, I only remember that this Institution has been running in losses for more than a decade and I appreciate the fact that honourable Minister has told thisHouse that this body was loss making enterprise for all these years. It has also been the desire of the previous Governments including our own Governments, in the mid 1900 to privatise the KESC. So, definitely privatisation process or deregulation process of down sizing is a right direction on this day and in this age and our party, during its government, did initiate and did privatise various state owned enterprises. I have no problem of this government's undertaking of privatising state owned enterprises which are specially loss making. But Mr. Chairman! having said that it should not give us the reason to take the advantage of a poorly managed organisation. It should not give us the reason to have an opportunity to sell the National Treasure and sell the silver jewels on a discounted prices. It should not give us the reason to sell the state enterprises in a hush, hush manner on a speedy exercise to the consortium which has no track record of running a utility, providing the utility services or having an

effective role in the utility organisations of the world. I do see Siemens is the name being floated but I do not think Siemens is the utility company. Honourable Chairman! it should also be kept in consideration that the rights of the employees for twelve months understandably are being secured by the Minister's statement on the floor. But what about the explanation? I yet have to see an explanation, the price structure being less than Rs. 2.00 on the contrary re-listed price in the stock exchange is more than Rs. 7.00 per share. There is an enormous difference which fora simple student of economics is a cause of concern. And if we look back at the network of this KESC organization evaluated by the previous consultants in the past 10 years, there have been various consultants who have been appointed to facilitate the objectives of privatizing KESC that I am sure the Minister would come on the floor and share with us. The assessment of the total assets of KESC and the net worth despite of the losses in the past 10 years can be reduced but we still have to keep in consideration the price at which it has been sold and we are apprehensive and have concerns about it. We also feel that the system which is going to take over.. there are cold blooded business players, they would have less considerations for the aspects of the downtrodden and have- nots and 66 per cent of those whoare not benefitted and are unable to meet both ends; what state would they bringon those people? There should be some considerations on rational privatization and it seemes like the rationale was least utilized in the process of privatizing this KESC, though it is a task which was definitely a tall order and the tall order has been met but with certain short substances. I appreciate this opportunity.

Mr. Chairman: Mr. Mohim Khan Baloch.

سینیٹر مہیم خان بلوچ، جناب چیئرمین! اس وقت KESC کے متعلق ایک بحث چل رہی ہے اس سے پہلے کہ میں اس پر کچھ کہوں میں ایک مثال دیتا ہوں۔ کہتے ہیں کہ عقل مند اور بیوقوف میں

فرق کیا ہے؛ عقل مند ظاہر بات ہے وہ کام کرنے سے پہلے سوچتا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جو غیر شعوری طور پر کرے۔ بیوقوف کام کرکے پھر سوچتا ہے۔

(قہقہے)

اب ظاہر بات ہے کہ KESC کے متعلق معاہدہ ہو چکا ہے Cabinet نے اس کی منظوری دے دی ہے۔ یقینی طور پر اس بحث سے وہ معاہدہ ختم ہوگا، نہ ہی معاہدے میں تبدیلی ہوگی، Cabinet نے جو فیصلہ کیا ہے وہ اپنے فیصلے کو واپس لے گی۔ یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ بات ضرور ہے کہ ہمیں جو پہلے رونا تھا اب رو رہے ہیں۔ ہماری پوری تاریخ کو اگر ہم دیکھیں تو nationalization کا ایک period تھا۔ گورنمنٹ آئی ، اس نے جہاں جی چاہا، اس کی آڑ میں گورنمنٹ نے اپنی تحویل میں لے لیا۔ بنک لے لیے، ریلوے لے لیا ، PIA لے لیا، واپڈا لے لیا، مختلف کارپوریشنز اور پراجیکٹس سب کو اپنے ہاتھ میں لے لیا لیکن آج ہم محسوس کررہے ہیں کہ وہ ہمارا جو پروگرام تھا وہ فیل ہوا۔ سب سے بڑی بات ہے کہ ہم نے یہ نہیں سوچا کہ کیوں فیل ہوا ؛ اس کی طرف ہم نہیں جا رہے۔ چاہیے ہمیں یہ کہ ہم فیل کیوں ہوئے؛ یہ پالیسی جو ہم نے بنائی ہے یہ پالیسی ہم کیوں بنا رہے ہیں؛ اس پالیسی کا طریقہ کار کیا ہونا چاہیے، کیا method ہونا چاہیے، کیا mechanism ہونا چاہیے، اچھا تو یہ تھا کہ تمام پارلیمنٹ اس پر بحث کرے کہ ہماری ناکامی کی کیا وجوہات ہیں؛ میں سمجھتا ہوں کہ to be very frank کہ اس وقت ہم nationalization کی طرف گئے جبکہ ہم mature نہیں تھے۔ ہماری گورنمنٹ اس کے لیے تیار نہیں تھی۔ ہماری گورنمنٹ کی جو پولٹیکل ٹیم تھی وہ تیار نہیں تھی اور ان کارپوریشنز اور پراجیکٹس پر کام کرنے والے جو labours تھے ان کو بھی ہم نے اس کا حصہ دار نہیں بنایا بلکہ ان کو صرف daily wages پر رکھا۔ پھر کیا ہوا؛ اس پر عوام کا ، حکومت کا check and balance ہونے کی بجائے اس وقت ہم نے wholly solely نوکر شاہی کو اس کا وارث بنا دیا۔ آج جو ہمارے ملک میں رشوت اور corruption بیوروکریٹس میں موجود ہے وہ اسی دن سے ہوئی کہ ہم نے اس ملک کے تمام وسائل کو اٹھا کر کے بیوروکریٹس کے ہاتھوں میں دے دیا کہ آپ جانیں، آپ اس کو چلائیں، اس کا نفع اور نقصان آپ جانیں۔ انھوں نے آہستہ آہستہ وہ نفع بھی کھا لیا اور آج یہ نوبت ہے کہ نفع کے ساتھ ساتھ جو خسارہ show کرتے ہیں، وہ بھی کھا رہے ہیں۔ میں پچھلے سال کے بجٹ کی بات کرتا ہوں کہ واپڈا میں 53 ارب کی subsidy موجود تھی۔ اندازہ کریں کہ ہمارے مجموعی بجٹ کے 53 ارب واپڈا کے subsidy کے لئے رکھا گیا، وہ subsidy کیا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ منافع بھی بیوکریسی نے نکال کر کھا لیا اور یہ subsidy بھی اس نے کھا لی۔ لہذا ہم نہیں سوچتے، کام تو کرتے ہیں لیکن بنیادی طور پر مستقبل کے حوالے سے اس کے لئے planning بنائیں کہ ہم اس کو آگے لے جا سکتے ہیں یا نہیں لے جا سکتے لیکن ہم یہ نہیں کرتے، ہم

اپنے طور پر بیٹھ کر ایک حکم جاری کرتے ہیں اور ظاہری بات ہے کہ اس کی جو ضروریات ہیں وہ پوری نہ ہونے کی وجہ سے وہ فیل ہو جاتا ہے۔ آج وہ فیل ہوا ہے تو ہم مجبور ہیں کہ اس کو فروخت کریں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آج جو ایک کلچر بنا ہوا ہے کہ گورنمنٹ کے حوالے سے جو corporations اور projects چل رہے ہیں اس میں ایک ملازمت کا culture موجود ہے۔ ہمارے پاکستان میں پڑھی لکھی عوام کی سب سے زیادہ توجہ ملازمت کی طرف ہے، یہ ملازمتیں ان کو ملی ہیں۔ اب ظاہری بات ہے کہ آپ papers کو فروخت کریں گے تو اس کو نکال کر باہر بھی نہیں پھینک سکتے، نہ آپ کو قانون اجازت دیتا ہے، نہ اخلاقیات اجازت دیتے ہیں، نہ معاشرہ اجازت دیتا ہے اور نہ دنیا اجازت دیتی ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اب ہم اس بات پر بحث کریں کہ وہ کیسے فیل ہوا اور اب ہم جو privatization کی طرف جا رہے ہیں، ہماری privatization کا بنیادی طریقہ کار کیا ہونا چاہیے، اس پر فیصلہ ہو اور اس فیصلے کے مطابق ہم گورنمنٹ کو پابند کریں کہ اس فیصلے کے مطابق آپ نے کام کرنا ہے تو اس لئے میں کہتا ہوں کہ آج ہم فیصلہ کریں۔ ہمیں یہ چاہیے کہ جس project یا corporation یا گورنمنٹ کے اثاثے کو فروخت کرنے کی بات ہو تو سب سے پہلے اسے پارلیمنٹ میں لایا جائے، اس کے تمام پہلوؤں پر بحث کی جائے اور پھر اس حکمت عملی کے مطابق پالیسی بنے اور پھر گورنمنٹ اس پالیسی کے مطابق عمل کرے، یہ نہیں ہے کہ ہم بیٹھے ہیں، ہمیں کوئی نہ پوچھے۔ وہاں پانچ بندے بیٹھے ہیں، وہ wholly solely مالک ہو گئے، انہوں نے فروخت کر دیا، آج ہم رو رہے ہیں، اس رونے سے کچھ حاصل نہیں۔ لہذا میں اپنے دوستوں سے کہتا ہوں کہ اس پر ایک مکمل بحث ہو، ایک پالیسی بنے، حکمت عملی بنے اور اس حکمت عملی اور پالیسی کے حوالے سے ہم اپنی گورنمنٹ کو پابند کریں۔ ہماری جو ضرورت ہے، ہم پر جو بوجھ ہے اس کو privatize کرنے کے حوالے سے کیا زائے ہے۔ تب میں سمجھتا ہوں کہ اس پروگرام کو اچھے انداز میں آگے لے جا سکتے ہیں ورنہ یہ کوڑیوں کے حساب سے فروخت کریں گے اور پتا نہیں آگے کیا ہو گا اور کیا حالات ہوں، ہم اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین، جناب اسحاق ڈار صاحب۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار، بہت شکریہ جناب چیئرمین۔ جناب! گیس کی privatization کے حوالے سے a lot has been done and the Leader of the Opposition also presented some facts and figures.

Sir, this is a true reality that there was a lot of bleeding of the budget and the skills and the meagre sources of this country through huge losses of public

sector enterprises. This was the government of PML(N) which initiated the privatization process in this country in 1990. I am gald to remind this honourable House that the following government of PPP continued the same privatization policy and from 97-99 again the PML(N) consistantly pursued because I believe that unless you save every penny which is being wasted unnecessarily on the public sector enterprises losses you will never be able to justify your actions, your conscience will always be......

Mr. Chairman: Let the Senator speak please.

Senator Muhammad Ishaq Dar: Your conscience will always be heavy becuase all those meagre resources which runs in billion. Sir, those could be diverted, can be dirverted and shall be diverted and must be diverted to the social sector infrastructure development in this country. So, sir, I would like to place on record that our policy of PML(N) which was initiated in 1990, the last 15 years have seen that, that was a good policy and I am glad to note that even after October, 1999, the policy continued. Sir, what we need to discuss here is that what is the approach in handling the privatisation process! the privatisation as a policy. Nobody differs, my party supports and I think the Opposition supports except when we say the strategical point, the assets, it is only a method how you are going to handle it. Sir, we have seen the figures of last three years; 108 billion has been funded and today we have sold 73% of the State for 20 billion and 240 million, 20-.24 billioin. This is the amount we received for 73% of the privatisation. Mr. Chairman, I am not sure wherefrom this magic figure of 73 came. Perhaps the honourable Minister will be able to throw light, why not 26, why not 51, why not 71 or 75, why 73. I am puzzled to learn why 73, when a strategic investor is interested to take over a project, they are quite happy that if you give them 26% ownership with management which has been happening in a number of cases in Pakistan and

everybody knew, the moment, there is a change of management they introduce a new investment and capital in this project. The share price of this project is going up and you could have sold your remaining 74% at a much higher price. We have already seen that the price of the share soared up to 7 rupees and around 7 rupees after this takeover. So, I think there was a first strategic investor mistake as I said. Privatisation as a policy we support. It is our government which initiated and I am glad that it has continued in this country in the last 15 years. I rightly take a pride that the Government of PML(N) had done a wonderful thing but sir, the privatization, the way it has been handled unfortunately in the last 3 years, I don't call it dishonest, but not in the same fashion as it should have been and I will try to prove it right now. Sir, we have seen that this privatisation on which they had invested 108 billion in this unit in the last 3 years, the Report of the MD KESC read out by the Leader of the Opposition, yesterday, in this House indicated that he had assured the Committee of the Senate and the relevant authorities that in 2006-2007, the profit of KESC will be 1.5 billion. Sir, if I know, I have an asset, my personal asset and by investing time and a little money, I can turn it around and instead of selling for 20 billion I can get 100 billion, I think only a fool would not do it.

O.K. I take it as a point that they were in rush. They wanted to show some performance. They wanted to get rid of this unit. They had realized their inefficiency and incompetence that they cannot handle such issues. Fair enough. O.K. they should have gone for 26%. There could have been a situation where the strategic investor wanted at least 51%. That if they do not have 51% or do not limit the rise from the remaining 74, they might be in trouble. O.K. they should have gone for 51%. Mr. Chairman, the fundamental basis of any privatisation has to be, as you all know, that the people who are employed there, they must not be rendered jobless. It is no claim of this government that they have made a special arrangement that for one year, the employees of KESC will not be terminated, the employment will remain

intact. Sir, this has always been the position since 1990. It has been a part of tendered document. So, what they are telling us is that they have done a wonderful thing by arranging this one year non-employment or jobless increase in the guess. No, this is always in part of bid document. This has been a pre-condition for anybody to come and bid for any project in privatisation. So, please don't tell us the stories which are and have been a standard of requirement of pre-conditionality for any potential investor who wants to come and invest. So, this is the first requirement and the method but it is nothing to take pride of. It is standard arrangement which all subsequent governments since 1990 have been following.

No. 2 sir, the product prices, the consumer must not be a captive in the hands of the new investor. This government is faild to demonstrate to the people of Pakistan or at least to this sovereign House that what arrangements they have made to ensure, that the consumer prices will not shoot up within a very short span of time. Sir, people can not afford, we have listened to Prof. Khurshid Sahib that what happened in British Telecom; what happens whenever you privatize the utility state enterprise, you ensure that there is regulatory mechanism, there is, you know, enough overseas arrangement, there is enough consumer protection system in place, that the consumer can not be captive in the hands of new investors.

Mr. Chairman! sir, I would request through your Chair, that this House should be told about the action taken, this is a second standard of the formula of privatization that it must ensure that the products of the unit you are disinvesting particularly utilities that the prices will not shoot up un-necessarily.

The third thing, we have been listening and this government has been saying that unions will be re-allowed and they will be reinstated. Sir, we are talking of last six months. Sir the four goods which ILO says and we are as country signatory to those four goods which they claim that must be there, one is the formation of union, number two, they say role of CBA, sir number three the

relationship between management and the workers and number four sir, the industrial growth. I am not sure sir, whether it is great rush or there is any sensible thinking whether these four goods of ILO are being ensured in the process of privatization.

Sir now I come to the most sensitive point and that is you must get a good price. Sir when we deal with our personal transactions, we want two rupees for one rupee thing. When we deal with the national assets, there is again a sub classification of issues here. Whether they should have gone this route as they have done or whether they should have been treating it as a sensitive institution. They should have considered that this privatization Mr. Chairman should not have been done through the mechanism they have followed. Again they should have done through Stock Privatization in smaller or larger quantity through Stock Exchange of Pakistan. Mr. Chairman, let me demonstrate you, I believe in figures. The average price of these shares had been around six and half to seven rupees after this transcation and the news were circulated Mr. Chairman, if they sold these shares, now I will give one or two extreme one if they have sold these shares, at six and a half rupees, how much money they were to receive. It is a very simple mathematics, instead of 20.24 billion, Mr. Chairman, instead of one rupee sixty five paisas per share, if they have sold it, I take an average of six rupees and fifty, not seven rupees even, not above seven rupees. Mr. Chairman, if they have sold the shares through same fashion and transparency is not the only thing which is necessary and enough, it means transparency, it means that you should have some heart that the silver of this country should not be thrown away to your foreign multi-national friends where you are seeking future jobs in this country. While you are here, you must be loyal to the soil and the poor people of Pakistan. If these shares were sold at six rupee fifty paisas, Mr. Chairman, the proceed should have been 79.73 billion. Let any body work on rather my

calculation may be wrong with reference to the loss to the exchequer but this price is 59.49 billion..

Mr. Chairman, O.K. If the honourable Minister will take an argument that nobody would have given six rupee fifty paisa unless we have privatized. What forced them to anything beyond 51%? Why did they think of giving 73, why not 100%? Sir if they had, even which is the worst thing, the multi-nationals are quite happy, they have demonstrated here Mr. Chairman that 26% with management agreement, they have always had. We have disinvested so many units in this country, because they have to invest less, they can use the same amount to improve, to have capital expenditure, to make it more viable. Sir we would have gained on 74% of value. Anybody, any individual will do in his own carpet entity this is a mechanism. So if they would have sold hypothetically, O.K. The strategic investor was not ready till you give the majority share and if they have sold 51%, they would have got for 51% based on the same price 165, they would have got fourteen billion, one hundred and forty million. Now fourteen billion or one hundred forty million, Mr. Chairman! the very next 15 days, they could have unloaded 22% at 6 rupees and 50 paisas, they would have generated another 17 billion. They should have made a total amount collected in the exchequer, 32 billion 17 million. Sir, even by this mechanism, which is the simplest, I would say that the country would have gained another extra 8 billion.

خدا کے لئے اس ملک پر رحم کیجئے۔

Where is the price for goodwill, where is the price for handing over the management? Sir, there is always a price when you hand over a State Enterprise to a foreign investor or to a local investor. You try to recover goodwill, you try to recover the management price. Sir, here they are keeping their eyes close. Mr. Chairman! this is great misfortune, I would say that we keep repeating this thing, in this very House, you pick up Mr. Chairman, the records, what did I say about

Habib Bank Limited. Mr. Chairman! I would not like to divulge, what privately these guys have been telling us from the Treasury Benches, for Heaven's sake, leave this issue this time and we will not repeat it again, they have repeated it again. The insanity has prevailed. I do not charge for their dishonesty but at least the minimum is insanity. This idiotness, it is stupid method of doing this privatization of the most valuable, one of the national assets. They could have easily recovered at least 10 to 50 billion, if there they have used their common sense and not treated as

کہ یہ مفت کا مال ہے۔ جناب! حبیب بینک میں

please, take the record;kindly refer, I would like my honourable colleagues to look into the record; I, one day before the privatization, in this very House, humbly requested the Treasury Benches and

اس وقت Prime Minister صاحب I wish شوکت عزیز صاحب

should have been here at this time and should listen, I humbly, requested

خدا کے لئے

don't rush, if you are going less than 600 million, 500 to 600 million dollars. I guarantee you, I guarantee you, an investor from the Middle East will give you. Sir, the commitments are made earlier and not in this country, outside this country to oblige people and they have sold this Habib Bank, silver of this country for 389 million. The country lost something like 121 to 221 million dollars sir.

خدا کے لئے اس ملک پر رحم کریں، خدا کے لئے سبق سیکھیں۔

They should consult the Opposition, we are also Pakistani, it is the public money, it is the people's money. We should have some heart, we should have some conscience the way we are dealing with the assets of Pakistan. I repeat and reiterate, we support, our party supports, we support the privatization policy, it must be done but should be done in sensible fashion. As you do not need a

separate consideration, if a strategic asset is to be privatized, you must try to sell it through these stock exchanges of Pakistan, so that the management remains in Pakistan. You do not sell the management out of Pakistan so that whenever they want to close your grid in Karachi, the whole city,the province can be in dark. So,

میری گزارش یہ ہے کہ خدا کے لئے آپ کی وساطت سے Minister صاحب بیٹھے ہیں کہ ہماری

consultation سے کوئی نقصان نہیں ہو گا we are not anti-Pakistan, we have proved, we

have track record to serve this Pakistan, let there be more loyal Pakistani,if they

feel کہ they are the best loyal Pakistanis. Sir, خدا کے لئے frankly speaking, this

could have been dealt in a much better way. As I said, I support privatization, it

is good a thing ; it was a loss making unit, they could not control the line losses,

fair enough, they admit O.K. I would not even call incompetent, it is not. As the

کہ Chairman Finance Committee said "Business is not the business of the

Government" good enough, I support that. That's we started 15 years ago in the

country when we started this policy of privatization. خدا کے لئے treat it as your

own asset, try to get the maximum value and use it for the people of Pakistan.

Thank you very much Mr. Chairman.

Mr. Chairman: I have no more speakers. So, I think, will ask the Minister for Privatization.

نہیں، میرے پاس نام نہیں ہیں، I think, debate بہت لمبی ہو جائے گی۔ اب we have heard

enough, let us wind up now. میں یہ کہہ رہا ہوں کہ let us wind up.

سینیٹر ڈاکٹر عبدالحفیظ شیخ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین، کیا تھا؟ اچھا نام تو ادھر نہیں ہے۔ چلیں پھر اب under five minutes

each اس سے زیادہ نہیں۔ Minister صاحب! آپ ذرا بیٹھیں۔ I agree چلیں وہ کہہ رہے ہیں کہ کل

کمانڈر صاحب کی commitment تھی تو please, five, five minutes تک کرکے۔

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان۔ شکریہ جناب چیئرمین! Privatization کے حوالے سے '

حبیب بنک کے حوالے سے privatization کی پالیسی پر گزشتہ سال محترم پروفیسر خورشید احمد صاحب کی تحریک التواء پر بحث ہو رہی تھی، اس وقت وزیر محترم کو یاد ہوگا انہوں نے کہا تھا کہ پی آئی اے اور ریلوے کے shares float ہوں گے اور پاکستانی عوام کو موقع ملے گا کہ وہ خریدیں۔ کیا یہ پالیسی کے ای ایس سی کے بارے میں نہیں اپنائی جا سکتی تھی کہ پاکستان کے لوگ بھی اس میں حصہ دار بنتے اور یہاں کے عوام اس میں بہتری بھی پیدا کرتے اور ان کو موقع بھی ملتا۔

جناب چیئرمین! نجکاری کی پالیسی کے بارے میں یہ بات بار بار کہی گئی ہے کہ اس کے return کو debt servicing میں استعمال کیا جاتا ہے اور اس سے بیرونی قرضے ادا کیے جاتے ہیں۔ جناب والا! سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو بیرونی قرضے آئے تھے یہ کہاں استعمال ہوئے اور ان کا زمین پر کچھ وجود بھی دکھائی دے رہا ہے یا وہ اللے تللوں میں اڑا دیئے گئے۔ جناب والا! میری گزارش ہوگی کہ ذمہ داری کا تعین کیا جائے کہ بیرونی قرضے کہاں سے آئے اور کس طریقے سے استعمال ہوئے اور کون اس کے ذمہ دار ہیں اور ان ذمہ داران کو کیفرکردار تک پہنچانا چاہیے، اگر وہ مجرم پائے جائیں اور بیرونی قرضے غلط طریقے سے استعمال ہوئے ہوں۔

جناب چیئرمین! Treasury Benches سے دو باتیں بہت زور شور سے نجکاری کی پالیسی کے بارے میں کہی جاتی ہیں۔ ایک بات یہ ہے کہ یہ پرانی پالیسی ہے اور گزشتہ حکومتوں سے جاری ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ کسی دور میں جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب مرحوم جب وزیر اعظم تھے nationalization ہوگئی اور ان کو مورد الزام ٹھہرایا جاتا ہے۔ جناب والا! ماضی میں اگر کوئی غلطی ہوئی تو اس پر الگ بحث ہونی چاہئے اور اس کے ازالے کی کوشش ہو لیکن اس وقت جس موضوع پر بحث ہو رہی ہے اس کو الگ discuss ہونا چاہیے اور اس کے merits and demerits پر بات ہونی چاہیے۔

جناب والا! کے ای ایس سی کے بارے میں یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ line loss ہوتا ہے اور کنڈا کلچر ہے اور لائن پر کنڈے لگا دیئے جاتے ہیں اور اس کی وجہ سے منافع نہیں ہوتا بلکہ نقصان ہوتا ہے اور یہ صرف کے ای ایس سی کے بارے میں نہیں، دوسری بھی واپڈا کی جتنی distributing companies ہیں لیسکو اور پیسکو، ان میں بھی یہ بات ہے اور جناب والا! پیسکو کے بارے میں سب سے زیادہ کہا جاتا ہے کہ line losses ہیں۔ میں عرض کرنا چاہوں گا کہ line loss کی بنیادی وجہ یہ بڑھتے اور چڑھتے rates ہیں اور پوری قوم کو چوری پر مجبور کیا جا رہا ہے اور پوری دنیا میں نظام یہ ہے کہ جہاں consumption بڑھتی ہے وہاں پر rates کم ہوتے ہیں پاکستان میں الٹی گنگا بہہ رہی ہے اور یہاں consumption بڑھتی ہے تو اس کے ساتھ rates بھی بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ واپڈا اور اس کی distribution companies کی طرف سے جو زیادتیاں

ہوتی ہیں اور جو جرمانے لگتے ہیں اور میٹر وہاں سے غائب کر دیئے جاتے ہیں اس کے بعد یہ لوگ کنڈا لگانے پر بھی مجبور ہوتے ہیں اور چوری کے دوسرے بہت سے ذرائع ہیں اور واپڈا اور پیسکو اور دوسری کمپنیوں کے لوگ خود ہی چوری کے راستے بتاتے ہیں اور ان طریقوں سے line loss ہوتا ہے ۔ میں پوری ذمہ داری سے کہتا ہوں کہ اگر یہ rates آدھے کر دیئے جائیں تو returns بڑھیں گی اور اس میں کمی نہیں ہوگی۔ اس وقت چوری بڑھ رہی ہے اور حکومت خود لوگوں کو چوری پر مجبور کر رہی ہے ۔ ایک طرف یہ کام ہوتا ہے اور دوسری طرف کہا جاتا ہے کہ اب یہ نقصان میں جا رہی ہے اور اس کی نجکاری ہونی چاہیے ۔ اس کے معانی یہ ہوں گے کہ جن کے ہاتھوں ان کو بیچا جائے پھر وہ عوام کو لوٹیں اور اس وقت جو rates ہیں ان سے دگنے اور تگنے rates ہوں گے ممکن ہے چھ مہینے سال تک ہی کوئی یقین دہانی کرا دی جائے لیکن اس کے بعد کیا یقین دہانی ہے کہ بعد میں rates نہیں بڑھیں گے ۔

جناب چیئرمین ! میں آخری بات یہ کروں گا کہ نجکاری کی پالیسی تو بیمار صنعت کے لیے ہونی چاہیے اور بیمار صنعت اور utilities میں فرق ہونا چاہیے ۔ ٹیلی کام اور اسی طرح واپڈا یا کے ای ایس سی اور اس طرح کے دوسرے ادارے جو عوام کی ضروریات ہوں ان کو اگر اس طرح privatize کیا جانے لگا تو ہم اپنی خودمختاری سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گے اور عوام کو بھی انتہائی مشکل میں ہم ڈالیں گے اس لیے وہ بیمار صنعتیں جو نقصان میں جا رہی ہیں ان کو تو privatize ہونا چاہیے لیکن خدا را! کے ای ایس سی کے بارے میں بھی دوبارہ غور ہونا چاہیے اور اس کے علاوہ جو باتیں ہوتی ہیں کہ اس کے علاوہ پیسکو کی بھی نجکاری ہوگی اور دوسرے اداروں کی نجکاری ہوگی خدا کے لیے اس ملک پر رحم کیا جائے ان غریب عوام پر رحم کیا جائے اور اس طریقے سے نجکاری کی پالیسی کو آگے نہ بڑھایا جائے ۔ شکریہ۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی، جناب چیئرمین ! یہ بہت اہم مسئلہ ہے۔ اس سے پہلے حبیب بنک کے حوالے سے ہاؤس نے یہاں فیصلہ کیا تھا کہ اس کے بعد جو بھی نجکاری پالیسی ہو گی اور اثاثوں کو بیچنے کا کوئی پروگرام ہو گا تو ہاؤس کو اعتماد میں لیا جائے گا۔ ہاؤس میں debate کی جائے گی اور اس کے بعد متعلقہ کمیٹی کے حوالے کیا جائے گا۔ میں نہیں سمجھتا کہ اتنی جلدی کیوں ہے، ان کی اتنی کیا مجبوری ہے کہ سوچے سمجھے بغیر قومی اداروں کو، قومی اثاثوں کو بیچا جا رہا ہے ۔ اس کی بھی کوئی guarantee نہیں ہے کہ اس طرح منافع حاصل ہو۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ یہ بیروزگاری کی ایک سازش ہے جو اداروں کو باہر کی کمپنیوں کے ہاتھوں فروخت کیا جا رہا ہے، یہ کمپنیاں پہلے سے جو employees کام کر رہے ہوتے ہیں انہیں نکال دیتے ہیں۔ اس طرح تو بیروزگاری یہاں بڑھ جائے گی۔ منافع بخش اثاثوں کو کیوں بیچا جا رہا ہے۔ یہ دیکھا جائے اور اس پر بحث کی جائے اور متعلقہ کمیٹی کو اختیار دیا جائے کہ وہ

اسے دیکھے کہ KESC, WAPDA, PSO etc کی کارکردگی کیوں اچھی نہیں ہے۔ کیا ہم اس قابل نہیں کہ خود انہیں چلائیں، ہم باہر جا کر اپنے اثاثوں کو بیچتے ہیں تاکہ ہم منافع کمائیں۔

جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ کابینہ نے اس کا فیصلہ دے دیا ہے لیکن ہم اس پر بحث کر رہے ہیں۔ یہ تو عجیب بات ہے۔ یہ تو ہاؤس کی توہین ہے۔ نیشنل اسمبلی اور سینیٹ سے پاس ہونے کے بعد یہ بات کابینہ میں جانی چاہیے تھی۔ یہ تو "نشستند، گفتند، برخاستند والی بات ہے۔ جناب چیئرمین صاحب! آپ کو یہ admit بھی نہیں کرنی چاہیے تھی کیونکہ اس میں تو آپ کی اور پورے ہاؤس کی توہین ہے۔اب تو جو بھی recommendation دیں اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ ہمارے strong Minister Shaikh Sahib اس طرح ملک کو آگے نہ لے جائیں۔ مجھے تو ڈر ہے کہ یہ کہیں پارلیمنٹ کو بھی نہ بیچ دیں۔ اللہ نہ کرے ایسا ہو کہ یہ کہیں کہ Members کچھ نہیں جانتے اور انگریزوں کو لائیں۔ جناب! اس ملک پر رحم کریں۔ نجکاری کے مسئلے کو متعلقہ کمیٹی کے حوالے کر دیں۔ اتنی جلدی جو قومی اثاثوں کو بیچا جا رہا ہے، یہ تو ایک سازش ہے۔ اس میں سیاسی involvement ہے۔ اس میں باقاعدہ کمیشن بھی involve ہے، ان کے ذریعے سے رابطہ کیا جاتا ہے کہ آپ ان کو لے لیں بلکہ ان سے کمیشن بھی لیا جا رہا ہے۔میں کہتا ہوں اس مسئلے کو کمیٹی کے حوالے کیا جائے اور وہاں اس پر بحث ہو اور کمیٹی اپنی سفارشات مرتب کر کے پھر یہ کابینہ میں پیش کی جائے۔ اس سے یہ پتا چلے گا کہ ہم نے کتنا کمایا۔ جیسے میرے ایک دوست نے فرمایا کہ ہم بیرونی قرضہ لیتے ہیں، ان کے ادھر کوئی figures نہیں ہیں کہ کتنا ادا کیا اور یہ رقم کس حوالے سے لی گئی ہے، اس پر کیا agreement تھا۔ ایک bureaucracy کا بندہ جا کر اربوں کے agreement پر sign کر کے آتا ہے۔ جناب! اس وقت پوری قوم مقروض ہے؛ پاکستان کا ہر بچہ مقروض ہے۔ جناب والا! اس ملک پر رحم کیا جائے اور اس پالیسی پر نظرثانی کر کے اس کو مکمل طور پر merit پر کیا جائے۔ کمیٹی میں یہ بھی بحث کی جائے کہ یہ ادارے کیوں نقصان میں جا رہے ہیں۔ میں آپ کا بہت مشکور ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ ہمت کر کے یہ ruling دیں کہ کابینہ نے جو فیصلہ کیا تھا اسے رد کر کے دوبارہ اس پر بحث کرائی جائے اور یہ کمیٹی کے حوالے کیا جائے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین، میرے خیال میں اس طرح تو معاملہ بڑھتا جائے گا۔

سینیٹر ڈاکٹر کوثر فردوس، جناب چیئرمین! صرف دو منٹ بلکہ آدھا منٹ۔ جناب! آپ کی بہت مہربانی ہوگی۔ شکریہ جناب۔ میرا صرف ایک سوال ہے کہ ریاست کی کچھ ذمہ داریاں ہوتی ہیں یا نہیں یا ریاست کا، شہری ہونے کے ناتے عوام کے کچھ حقوق ہوتے ہیں یا نہیں ہوتے۔ اگر ہوتے ہیں تو ریاست ان کو کم از کم بنیادی سہولیات اور ضروریات تو فراہم کرے اور اس میں تو اپنا کوئی کردار رکھے۔میں

سمجھتی ہوں کہ جب تک گندم نہیں پستی اس وقت تک کھانا نہیں بنتا۔ ٹیکسٹائل مل نہیں چلے گی تو کپڑا جو ایک بنیادی ضرورت ہے وہ نہیں بنتا۔ ٹیوب ویل اور موٹر نہیں چلتی تو پھر پینے کا پانی میسر نہیں ہوتا۔ پھر جب تک بلب نہیں جلتا اس وقت تک روشنی نہیں ہوتی۔ میں یہ کہنا چاہتی ہوں، جوسب لوگوں نے یہاں پر بات کی اگر وہ گھاٹے میں جا رہے تھے تو پھر تو ان کو privatize کر دیا جائے۔ میں یہ کہتی ہوں کہ بنیادی ضروریات کے ادارے گھاٹے میں بھی جا رہے ہوں تو ان کو privatize نہیں کیا جانا چاہیے۔ ان کا نظام درست کرنے کے لیے یہاں بیٹھ کر ہم سب جو اتنے ماشاء اللہ experts ہیں، وہ اس پر غور و فکر کریں اور اگر کوئی ایسی مصیبت پڑ گئی ہے کہ ہم سے تو چلتے نہیں privatize ہوں گے تو چل پڑیں گے تو اتنا عمل دخل تو اس میں رکھیں ایسا نہ ہو کہ وہ ایک دم اس طرح سے بند کیے جائیں کہ عوام جو پہلے ہی مہنگائی اور مسائل میں پھنسی ہوئی ہے، اس میں مزید اضافہ ہو۔ بہت شکریہ جناب۔

Mr. Chairman: Dr. Abdul Hafeez Shaikh, Minister for Privatization.

سینیٹر ڈاکٹر عبدالحفیظ شیخ (وزیر برائے نجکاری): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ Thank you Mr. Chairman.

میرے خیال میں پچھلے دو روز سے we have had a very fruitful discussion اور کئی issues ایسے ہیں جن کا میرے خیال میں عوام کو explanation دینا اور House میں جو میرے سینیٹر صاحبان نے points اٹھائے ہیں ان کی explanation دینا بہت ضروری ہے اور ساتھ ہی ساتھ کچھ چیزیں ایسی اٹھی ہیں جن میں مختلف points of view ابھرے ہیں privatization کے بارے میں، KESC کی privatization کے بارے میں، strategic اداروں کی privatization کے بارے میں اور I think اس discussion سے our country will be better of and I think we as an institution are making the contribution that is required in this area.

سب سے پہلے میرے خیال میں میری بہن نے آخر میں جو point اٹھایا ہے اس کا جواب دینا چاہوں گا کہ ریاست کی کیا ذمہ داری ہے؟ کیا ریاست کی ذمہ داری ہونی چاہیے خاص طور پر وہ چیزیں، وہ services provide کرنے کے لیے جنہیں ہم basic کہہ سکیں تو میرے خیال میں ہر ذمہ دار شخص یہ کہے گا کہ ریاست کی ذمہ داری ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ طریقہ کار کیا اختیار کرنا چاہیے اس ذمہ داری سے نمٹنے کا۔ اگر ہم یہ مان لیں کہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ law and order ٹھیک کرے، macro economic framework درست دے، national security دے، borders کا تحفظ کرے، internal security دے، basic needs provide کرے تو سوال یہ ہے کہ what is the best

mechanism? Issue سارا یہ ہے کہ کیا طریقہ کار adopt کرنا چاہیے؟ سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ کیا ریاست کی ذمہ داری ہے کہ تعلیم دے۔ قدرتی بات ہے سب لوگ کہیں گے کہ اس کا جواب yes ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم ہر سرکاری ادارے کے through تعلیم دیں۔

Similarly اگر یہ کوئی کہے کہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ صحت مہیا کرے تو وہ ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہوگا کہ ہم تمام نجی ہسپتال بند کر دیں۔ کئی طریقے ہیں اور جب آپ ذمہ داری کہتے ہیں تو اس کو define کرنا بہت ضروری ہے۔ حکومت کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ یا تو finances لگائے یا یہ کہ ایسا ماحول پیدا کرے جس میں private sector پھل پھول سکے۔ یہ لازم نہیں کہ وہ خود ہی کسی bureaucrat کو ذمہ دار بنا دے کہ وہ اس ادارے کو چلائے یا وہ یہ service provide کرے کیونکہ یہ جو model ہے کہ ریاست کی ذمہ داری ہے لیکن ذمہ داری کا مطلب یہ ہے کہ وہ ریاست خود اپنے bureaucrats کے through کوئی چیز produce کرے۔ یہ model تقریباً 70, 80, ممالک نے adopt کیا ہے اور وہ تمام کے تمام ممالک اس model کو چلا نہ سکے اور انہوں نے اپنے 70 ,60 ,50 سال گنوائے اور اسی وجہ سے ہمارے ملک میں یہ جو experiment ہوا وہ بھی ناکام رہا اور جس طرح ڈار صاحب نے کہا 1990s میں یہ programme of bringing private sector شروع ہوا اور اس میں بھی جو انہوں نے credit لینے کی کوشش کی میرے خیال میں وہ جائز ہے کہ ان کی حکومت نے یہ سلسلہ شروع کیا' بلکہ ان سے پہلے بے نظیر بھٹو صاحبہ کی حکومت میں بھی privatization کے شروع شروع کے پلان بنے' بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ ذوالفقار علی بھٹو کے آخری دور میں privatization شروع ہوگئی تھی جب flour mills, rice mills کو privatize کیا گیا۔ جناب! یہ جو پالیسی ہے .it is a bipartisan policy ہر حکومت نے اپنے دور میں اس کو adopt کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہر دور کی حکومت نے اس کو adopt کیا ہے اور ہر دور کی اپوزیشن نے اس حکومت کو criticise کیا ہے اور یہ دکھ کی بات ہے کہ ہم نے اپنی ہی ایک پالیسی کو جو کہ بہت اچھی پالیسی تھی اسے politics کے ذریعے دنیا میں بدنام کیا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس پالیسی میں کبھی بھی نہ اتنی رشوت' نہ کبھی اتنی بدعنوانی تھی' نہ کوئی اتنی mismnagement تھی جتنا ہم نے ایک دوسرے کو نیچا کرنے کے لیے دنیا میں مشتہر کیا اور اپنے آپ کو اور اپنے ملک کو بدنام کیا۔ چونکہ میں privatization Minister کے ساتھ ساتھ ایک student بھی ہوں اور میں نے ہر دور کی privatization دیکھی ہے۔ دراصل یہ privatization policy over time mature ہوتی گئی ہے اور یہ transparent ہوتی گئی ہے اور ایک اچھا institutional frame work بنایا گیا ہے جس کو ہر آنے والی حکومت نے بہتر بنانے کی کوشش کی ہے۔ اس وقت جو ہم دیکھ رہے کہ ایک institutional نظام ہے جس میں ایک privatization board ہے جس کے اندر private sector کے نامور لوگ ہیں' ایک

کیبنٹ کمیٹی ہے جس میں تمام اہم وزیر بیٹھتے ہیں اور ایک open discussion ہے یہ ایک accumulative process کے تحت بنی ہے جس میں ہرحکومت کا دخل ہے، ہرحکومت اس کا credit لے سکتی ہے۔

Now coming to the issue of power sector. کیونکہ کچھ لوگوں نے یہ بات raise کی کہ power sector ایک بڑا strategic sector ہے۔ اپوزیشن کے جو دوست ہیں ان میں سے اکثریت نے ایک view لیا لیکن کچھ لوگوں نے دوسرا view لیا۔ So, it is not easy to respond in general to the entire Opposition, but some people took the view کہ electricity sector ایک حساس سیکٹر ہے including some of the leadership but majority took the view that this also is a sector اگر حساس ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ حکومت کے بیوروکریٹس اس پر قابض ہوجائیں اور خرچ کریں۔ حساس ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ it is even more important کہ وہاں پر enough efficiency ہو اور جو لوگ اس دھندے کو جانتے ہیں وہ چلائیں اور گورنمنٹ اپنا role ادا کرے۔ وہ role یہ ہے کہ پالیسی بنائے، وہ role یہ ہے کہ regulatory institutions ہوں جو کہ public interest کو protect کریں۔ So, I think کہ power sector کے اندر بھی جس طرح ڈار صاحب نے کہا کہ overall privatization میں، شروع شروع میں جو movement آئی ان کے دور میں آئی۔ Power Sector کی privatization بھی شروع شروع میں جب ہوئی تو that was under the second Benazir Bhutto's Government. تو کوٹ ادو کی privatization ہوئی اور اسی طرح کے process سے ہوئی کہ open bidding ہو اور غیرملکیوں کو دی گئی اور یہ غیر ملکی کون تھے؛ یہ کسی مسلم ملک کے foreigners بھی نہیں تھے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ ان کا مقصد بھی وہی تھا جو ہمارا ہے۔ یہ بیسویں صدی کا بہت بڑا سبق ہے کہ کوئی ملک بھی بذات خود ترقی نہیں کر سکتا۔ ایک interdependent world میں جب آپ غریب بھی ہوں اور آپ کو پیسوں کی ضرورت بھی ہو تو نئی investment کے لئے you have to go and reach out. You have to attract foreign investment. اس کے لئے شروع سے لوگ لگے رہے ہیں۔ ہر دور میں لگے رہے ہیں whether it was my friend V.A Jaffari or Naveed Qamar or Sartaj Aziz or Ishaq Dar or my friend Shaukat Aziz and now I am,Hafeez sheikh, ہم سب لوگ باہر جا کر Daewoo پر جائیں گے۔ دنیا کے ملکوں میں جا کر investment conference کرکے ایک ہی بات کہتے ہیں کہ Pakistan is open for business, Pakistan is open for foreign investment. کیونکہ ہم سب لوگ یہ بات سمجھتے ہیں کہ foreign investment کے بغیر boost

لانا ناممکن ہے۔ ٹھیک ہے کوئی اکا دکا آدمی اس side سے اٹھ کر کہہ دیں کہ ہمیں foreigners پسند نہیں
لیکن that is not the general view of this House or indeed the leadership of any
political party and therefore, at the outset we must dispense with this idea کیونکہ
foreigners جنہیں ہم کہتے ہیں ملائشیا کی ترقی میں foreign investment کا بہت بڑا حصہ ہے۔ جو ہمارا
سب سے بڑا دوست چائنا ہے ان کی 52 billion dollar foreign investment ہے last year کی۔ So,
I think یہ پرانی باتیں ہیں۔ یہ باتیں لوگوں کو confuse کرنے کے لیے اور خاص audience سے تالیاں
بجوانے کے لیے درست ہیں لیکن serious لوگوں کے سامنے اور ایسے لوگوں کے سامنے جو دنیا کو جانتے
ہیں اور پاکستان کی ضروریات سے واقف ہیں these are just, I think, not points to be taken
very seriously. اب سوال یہ ہے کہ جس طرح میں نے sensitive sector کی بات کی' ایک اور
criticism کا سلسلہ ہوتا ہے کہ جو بھی ادارہ جب privatize ہونے لگے تو اسے حساس قرار دے دیا جائے
بغیر اس discussion میں جائے کہ حساس کا کیا مطلب ہے۔ جب Banking sector privatize ہونے
لگے تو کہتے ہیں کہ جی Banks بڑے حساس ہیں' جب ٹیلی کام sector کو کھولا جائے تو ٹیلی کام بہت
حساس ہے' جب electricity sector کو کھولا جائے تو electricity sector بہت حساس ہے۔ یہ حساس
کی جو argument ہے یہ بہت پرانی ہو چکی ہے اور privatization کے opponents دنیا کے ہر خطے
میں جب دیکھتے ہیں کہ ان کے opponents کو کامیابی ملنے والی ہے تو لوگوں میں ہراس پھیلانے کے
لیے' لوگوں کو ڈرانے کے لیے یہ حساس کا point اٹھاتے ہیں۔ دراصل آپ دیکھیں کہ ہمارے ملک کے اندر
کیا experience رہا ہے۔ ٹیلی کام sector کو کھولا گیا' اس میں foreign parties بھی آ رہی ہیں' local
parties بھی آ رہی ہیں۔ ایک sector جس کو بہت حساس سمجھا جاتا تھا اس سے فائدہ کون لے رہا ہے؟
پاکستان کے consumers لے رہے ہیں' پاکستان کی حکومت کے tax revenue بڑھ رہے ہیں' وہ لے
رہے ہیں۔

Banking Sector کو جب کھولا گیا' وہاں پر foreigners آئے' privatize کیا گیا تو کیا ہوا
کہ rates بڑھے' نئی products آ رہی ہیں' بنکرز لوگوں کے پیچھے بھاگ رہے ہیں پیچھے کہ آپ loan لیں
اور انشاء اللہ in electricity sector again we will have the same result تو میرے خیال میں this
issue, I think we should talk about it. اور اگر کسی کو اس issue پر کچھ کہنا ہے تو میں یہ کہتا
ہوں' اسحاق ڈار صاحب نے بہت جذبات میں آکر کہا کہ جی ہم سے consult کریں۔ بہت respectfully
میں یہ کہہ رہا ہوں کہ جب آپ Cabinet Committee of Privatization کے چیئرمین تھے تو آپ
opposition سے کتنا consult کرتے تھے اور دوسری بات یہ کہ ہم نے آپ کو رائے دینے سے کب

روکا ہے۔ کیا ہم نے کوئی barrier create کیا ہے؟ Are we not always available for
consultation and you suggest to me میں آج floor کے اوپر کہہ رہا ہوں کہ you suggest to
me what mechanism you want? آپ بتائیں کس طرح آپ سے consult کیا جائے گا and I give
you my guarantee here that I will consult you in that way. جس طرح سے آپ کہیں ویسے
ہی we will take your consultations and I have lot of respect for many people on the
other side and I know that we gain benefit.

پروفیسر غفور صاحب نے کہا اور ان کے بعد ایک اور صاحب نے echo کیا اس بات کو کہ ہمیں
اعتماد میں لیں۔ جناب عالی! جس طرح آپ کہیں ، ذریعہ بتائیں اعتماد میں لینے کا، ہم تیار ہیں۔جب یہاں پر
discussion ہوئی تو immediately without any reservation, without any hesitation
we said, we are ready. حالانکہ ہم لوگ تیار نہیں تھے، خود میری پارٹی کے کچھ لوگ تیار نہیں تھے،
ابھی discussion کرلیں ۔ We changed the sequence of the days programme and we
started the discussion. جب حبیب بنک کی privatisation ہوئی تو تب بھی یہی بات اٹھی کہ
یہ بنک بہت کم قیمت پر بک گیا ہے۔ کوئی ایک صاحب تھے ، وہ ہر کہیں تقریریں کرتے رہے ہیں اور
TV پر تقریریں کرتے رہے ہیں کہ میں اس سے زیادہ پیسے دوں گا۔ یہ بھی پتا چلا کہ وہ صاحب تو پانچ ہزار
ڈالر دینے کو تیار نہیں ہیں چہ جائیکہ وہ ساڑھے بائیس ارب روپے ادا کرتے ۔بہرحال in the mean time
ہمارے دوست اس کو لئے گھوم رہے تھے اور ہر کہیں اسے quote کر رہے تھے اور ایک ایسا ماحول اور
احساس پیدا کیا گیا کہ جیسے وہ ایک genuine پارٹی ہے۔ ہم سب mature لوگ ہیں۔ ہم سب لوگوں نے
دنیا دیکھی ہے۔ ہمیں پتا ہے کہ کوئی چیز بھی ایک دن میں mature نہیں ہوسکتی ہے۔ اس میں کئی ہفتے
یا مہینے نہیں بلکہ کئی سال لگتے ہیں۔

جناب والا! اس بات کا کیسے جواب دیا جائے کہ ایک صاحب اٹھ کر آپ کو کہیں کہ آپ نے
تین سال بہت delay کر دیا ہے اور دوسرا کہے کہ آپ نے یہ کام بہت جلد بازی میں کیا ہے۔ اب یہ
point کہ hush hush manner میں کیا ہے ۔ What is hush hush? Sir, there is an evaluation
and that is done. Evaluation کس طرح ہوتی ہے، اس کے بارے میں اسحاق ڈار صاحب بھی جانتے
ہیں۔ وہ اس سے منسلک رہے ہیں ۔ ان کے علاوہ اور لوگوں کو بھی پتا ہے۔ You have reputable
financial advisors. یہ three tier process ہے۔ سب سے پہلے evaluation میں یہ شامل ہوتے
ہیں، یہ technical کام کرتے ہیں۔ اس کے بعد Privatization Board ہے۔ اس میں پاکستان کے 8
یا 10 بہت reputable, بہت honest, بہت integrity والے لوگ موجود ہوتے ہیں اور یہ اسے

check کرتے ہیں۔ اس کے بعد Cabinet Committee میں یہ کیس آتے ہیں۔ یہاں سب لوگوں کو اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ انہیں کل کو یہاں جواب دینا ہوگا۔ہر ایک کو احساس ہوتا ہے اور وہاں پر open discussion ہوتی ہے and above all, we have the committee, جو سینیٹ کی کمیٹی ہے۔ ہم نے وہاں تین تین ، چار چار گھنٹے حبیب بنک کی privatisation کے بارے میں presentation دی ہے، الائیڈ بنک کی privatisation کے بارے میں presentation دی ہے۔ خواجہ آصف صاحب جیسے لوگوں نے وہاں پر ہمیں endorsement دی ہے اور certificate دیا ہے کہ یہ درست ہوا ہے۔وہ honourable لوگ ہیں۔ ان کا ہمارے ساتھ کوئی ذاتی مسئلہ نہیں ہے۔ but it is a professional understanding and situation, getting better informed and then making a judgement اب جو خدشات اٹھائے گئے ہیں، سب سے ایک پہلے ایک چیز سامنے آئی ہے کہ consumers کو کیسے ptrotect کیا جائے کیونکہ یہ لوگ قیمتیں بڑھا دیں گے۔ دیکھیں جناب! قیمتیں بڑھا دینا ان کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ پاکستان میں ایک نظام ہے جس کے تحت بجلی کی قیمتیں طے ہوتی ہیں۔ آپ اس نظام سے واقف ہیں یا ناواقف ہیں یا واقف ہونے کے باوجود بھی ناواقف ظاہر کرتے ہیں۔ Every one knows that privatisation is irrelevant..., چاہے وہ private sector میں utility ہو یا public sector میں ہو، چاہے وہ WAPDA ہو یا کوٹ ادو ہو جو کہ private sector ہے یا حب کمپنی ہو جو کہ private sector ہے، یا KESC ہو جو پہلے public sector میں تھی لیکن اب یہ private sector میں جانے والی ہے Nobody can fix the price of electricity in this country. تو پھر یہ بات آپ کیوں اٹھاتے ہیں؟ آپ لوگوں کو کیوں ڈرانا چاہتے ہیں؟ کیا آپ اتنے ناواقف ہیں؟ جناب والا! ساری دنیا کو پتا ہے کہ اس ملک میں ایک Regulatory Body ہے، جسے NEPRA کہتے ہیں اور میں نے ان سے deal کیا ہے۔ میری یہ عادت نہیں ہے کہ گورنمنٹ bodies یا سرکاری اداروں کی تعریف کروں لیکن میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ وہ محنت کر رہے ہیں، وہ knowledgeable لوگ ہیں۔ ان کو بھی public interest کا اتنا ہی خیال ہوتا ہے جتنا ہمیں ہے یا آپ لوگوں کو ہے۔ یہ لوگ بہت دیانت داری اور بہت سوچ سمجھ کر rate طے کرتے ہیں۔

جناب چیئرمین! انہوں نے سات سال کے لیے KESC formula طے کر دیا ہے۔ وہ formula سات سال تک change نہیں ہوسکتا اور سات سال کے بعد بھی یہ فارمولہ فقط نیپرا تبدیل کر سکتی ہے۔ تو کیسے یہ fix کرلیں گے، کیسے بڑھا لیں گے، کیا یہاں پر اتنی اندھی مچ گئی؟ Government is taking the safeguards. اور میرے خیال میں کوئی بھی گورنمنٹ ہوتی تو وہ یہی کرتی کیونکہ ہر گورنمنٹ کو اس چیز کا احساس ہوتا ہے کہ عام لوگوں کے لئے بجلی کی قیمت نہیں بڑھنی چاہیے۔ دوسری

چیز یہ ہے کہ جناب IMF اور World Bank نے کہا ہے اور اس کی وجہ سے ہم کر رہے ہیں تو کیا پچھلے
پندرہ سال سے ہر حکومت فقط IMF اور World Bank کے اشاروں پر چل رہی ہے۔ Is this what
we want to project to the whole world
کہ پندرہ سال سے ہر حکومت کی یہ پالیسی رہی ہے اور وہ IMF اور World Bank کے اشاروں پر چل رہی
ہے۔ How can we pose patriotism on the one hand and eccept this argument on the
other. دونوں باتیں نہیں ہو سکتیں ۔ So, let me say this that nobody works on the
dictates of the IMF or the World Bank and nobody tries to work on the dictates of
the IMF or the World Bank. اور اب تو یہ argument ویسے بھی بے معنی ہوتی جا رہی ہے
کیونکہ ہمیں IMF کی کوئی dictation ہے ہی نہیں ، we have graduated out of the
programme. لیکن اس کے باوجود this point is made and why is this made? Mr.
Chairman, because people who make it know better but they have targetted those
people who don't know better. I think we should rise above this. اگر IMF یا ورلڈ بنک
بڑی طاقتوں کے اشاروں پر کام کر رہے ہیں تو یہ ان کی کامیابی ہے کہ ہم اپنے مسلم برادرز کی
investments یہاں لا رہے ہیں؟ یہ ان کی کامیابی ہے کہ ہم United Bank میں ابوظہبی سے
investors لے آئے اور Habib Bank میں قطر کے لوگوں نے participate کیا اور KESC میں
سعودی عرب کے لوگ آئے۔ کیا یہ سب IMF or World Bank سے ملے ہوئے ہیں؟
اب a very important issue that has been raised is about the employees.
جناب چیئرمین! میرے خیال میں پہلی بات یہ ہے کہ اس حکومت نے دو سال میں 18 privatizations
کیں اور میں چیلنج کرتا ہوں کہ اگر ایک employee جس کو ان ۱۸ کمپنیوں مین سے نکالا گیا ہو۔ I
challenge everybody on this floor to bring the name of one employee who has
been sacked because of privatization in these 18 companies. This is No. 1 and the
No. 2, we have tried very hard کہ یہ جو privatization کا عمل ہے یہ pro-employees ہو،
اور دس دس، بارہ بارہ سال سے employees کے issues جو اٹکے ہوئے تھے جہلم کی سیمنٹ کمپنی کے، ہم
نے ان کو چھ کروڑ روپے دیئے۔ سورج آئل شیخوپورہ میں ہم نے ان کو تین کروڑ دیئے۔ یہ دس دس سال
سے اٹکے ہوئے تھے اور اس transaction میں ہم نے کیا safeguards لیے۔ یہ بات ڈار صاحب کی
بالکل درست ہے کہ ایک سال کی retrenchment کی جو پابندی ہے یہ شروع سے چلی آ رہی ہے۔ اگر
شروع سے چلی آ رہی ہے تو خدارا! اس کے لیے ہم پر تنقید تو نہ کریں۔ آپ کے الٹے ہاتھ پر بیٹھنے والے

دوستوں نے بھی کیا اور ظاہر یہ ہوا کہ ہم نے کوئی غلط چیز نہیں کی، تو ہم یہ کہہ رہے ہیں these are institutional arrangements that have been made over time but we went farther than that. ہم اس سے آگے گئے۔ ہم نے کہا کہ جتنے بھی contract employees ہیں، جس دن یہ کمپنی privatize ہو گی اس دن ان کی salaries میں 20% اضافہ ہو گا، اس لئے کہ وہ we wanted them to feel it, if they will gain from the transaction. اور یہ ہم نے شرط لگائی۔

نمبر 2 ۔ Trade Union Activity جس پر کہ اس وقت پابندی ہے، ہم نے کہا یہ بحال ہو گی اور اگرچہ ہم نے ان کو contract میں پابند کیا ہے کہ یہ within 6 months بحال ہو۔ یہاں پر I am giving an assurance that we will try کہ اس سے بھی پہلے بحال ہو کیونکہ this is the wish of our employees. ۔ تیسری چیز یہ کہ ہم نے Cabinet Committee میں 10% shares employees کو دینے کے لئے decision لیا۔ چوتھی چیز یہ کہ ہم نے retaining کے لئے ان سے commitments لیں ۔ This is the employee's issue, I will make some points about KESC itself and come to one or two other points that have been raised. دیکھیئے KESC میں پچھلے تین سالوں میں 108 billion rupees ڈالے گئے، یہ جو accumulated چیزیں ہوتی ہیں ان کو clear کرنے کے لئے اور اس کے ایک tranche میں 85 ارب روپے کی injection ہوئی۔ یہ اس وقت ہوئی جب میں سندھ کا وزیر خزانہ تھا اور .Mr. Chairman, you were the Governor then' پورے سندھ کا annual development budget دو ارب روپے تھا۔ یعنی سندھ کے 35 million لوگوں کے لئے دو ارب روپے، one dollar per person اور فیڈرل گورنمنٹ KESC میں 85 ارب ڈال کر اس کے losses clear کر رہی ہے اور پاکستان کے چاروں صوبوں کا جو ترقیاتی پروگرام تھا وہ تو شاید 20 ارب بھی نہ ہو۔ .So imagine what we have done جو صوبائی ترقیاتی پروگرام تھے ان کو ہم چار گنا بڑھا سکتے تھے اور یہ وہ پروگرام ہیں جس سے غریب لوگوں کو تعلیم، صحت اور جو social sector کے programmes ہیں وہ بنتے ہیں۔

Now it has been said کہ یہ KESC اب turn around ہونے والی تھی، تو دیکھیں کہ trun around کے لئے ملک نے کتنا burden bear کیا۔ چیئرمین صاحب آپ بھی گورنر رہے ہیں، یہاں پر بہت لوگ سرکاری اور بڑے عہدوں پر رہے ہیں انہیں پتا ہے کہ ہر Managing Director' ہر کارپوریشن کا چیئرمین یہ وعدہ کرتا ہے کہ وہ اگلے دو سال تک turn around کرنے والا ہے۔ and the truth is that these things certainly don't materialize and the people of Pakistan pay the price and this is what, I am trying to say کہ employees کے ہمدرد بھی بہت مل

جاتے ہیں لیکن we have to think about the burden that the people of Pakistan are bearing, and by privatizing these things, by getting the Government to focus on their services ہم اس خطرے کو دور کر رہے ہیں کہ پھر یہ حالات ہوں اور پھر اس قسم کی injections ضروری ہوں جو کہ we cannot offord

ایک اور بات جو اٹھائی گئی کہ 73% کیوں؟ دیکھیئے ہر transaction میں اس چیز پر بہت بحث ہوتی ہے کہ 26% ہو، 51% ہو، 73% ہو، 90% ہو اور یہ بات ہر transaction کے لئے کہی جا سکتی ہے کہ جی تھوڑا سا بیچ دیں، اگر Pak Arab Fertilizer کو 90% بیچا جائے تو اس میں بھی یہ بات ہو سکتی ہے۔ ڈار صاحب کے زمانے میں یا ان کی حکومتوں کے زمانے میں جو 40 ، 50 یا 60 companies بیچی گئیں اس میں بھی یہ کہا جا سکتا تھا کہ کیوں 90% پر دے رہے ہیں، 20% ، 26% دے دیں۔ So, this is a point, that is applicable in most instances لیکن آپ نے بھی اس وقت سوچ بچار کر کے کہا کہ 100% دو ۔ پھر جب different governments came they made these calculations and it is a case by case thing. KESC کے اندر بنیادی طور پر ایک وجہ یہ تھی 73% دینے کی کہ جو بھی خریدے گا ، اس کو ابھی اس میں بہت پیسے لگانے ہیں ۔ تو وہ جو turn around جس کی ہم امید لگائے بیٹھے ہیں ۔ اس میں ابھی منزل بہت دور ہے۔ اس کو پہلے اپنی جیب سے بہت پیسے لگانے کی ضرورت ہے ۔ تو جتنا آپ کا ownership کا share زیادہ ہوگا ، اتنا آپ کو اپنی جیب سے پیسے لگانے کی زیادہ ضرورت ہوگی ۔ And that is why on balance it was thought. 73% اس لئے دی گئی کہ حکومت پچیس فیصد کم از کم اپنے پاس رکھنا چاہتی تھی ۔ کچھ فیصلے 3-4th majority سے ہوتے ہیں ۔ And it was necessary to keep that. لیکن ان چیزوں کے اوپر جو ہماری House Committee ہے یا جو Privatisation Commission ہے آپ کے views کو respect کرتا ہے اور آپ کے views کو appreciate کرتا ہے ۔ تو اگر اب بھی جو privatisations ہو رہے ہیں اس میں آپ کا کسی اہم نکتے کے اوپر کوئی view ہے Please give it to us. You will find that we will welcome it. Because these are matters of judgement. There is no right or wrong answer to this. An honourable person can disagree.

دو issues اور اٹھائے گئے ہیں جن کا جواب بلور صاحب دے چکے ہیں ۔ I am grateful to him . He is a knowledgeable person. He knows these issues. انہوں نے ان دونوں چیزوں کے جواب دیئے ہیں لیکن میں پھر بھی repeat کردوں کیونکہ آج بھی وہ repeat ہوئے ہیں ۔ ایک تو یہ کہ یہ ایک ایسی پارٹی کو دیا گیا جو بذات خود utility company تھی ۔ دراصل یہ جو بھی bidding

groups ہوتے ہیں وہ consortium ہوتے ہیں ۔ اس میں کچھ parties کو ایک قسم کا تجربہ ہوتا ہے
کچھ کو دوسرے قسم کا تجربہ ہوتا ہے ۔ کچھ کے پاس financial resources زیادہ ہوتے ہیں کچھ کے
پاس technical resources ہوتے ہیں ۔ تو it is true that the financial group, the Saudi
Group, Kanoozul Wattan, they don't have the utility experiences but there are other
people in the group جن کو utility کا experience ہے ۔ یہ تمام چیزیں جو ہیں غور سے دیکھی
جاتی ہیں ۔

دوسری بات جس کا بلور صاحب نے ذکر کیا لیکن آج پھر بات ہوئی ۔ ایک تو یہ کہ stock
market کی قیمت جو ہے وہ اس قیمت سے زیادہ ہے جو کہ یہاں پر دی گئی ۔ اور دوسری stock
market ہی کے through کیوں نہ دی جائے ۔ دیکھئے! stock market میں صرف دو فیصد raise ہو
رہا ہے ۔ اور جس طرح بلور صاحب نے کل اس point کو سمجھانے کی کوشش کی ۔ کہ اس دو فیصد کی وجہ
سے there is speculation and it is not reflective of the true value of the stock
market. اور اگر آج آپ دو فیصد اور چار فیصد یا دس فیصد سٹاک مارکیٹ میں ڈال دیں تو اس کی قیمت
خود بخود بیٹھ جائے گی ۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ ہم نے سٹاک مارکیٹ ہی کے through کیوں نہ دیا ۔
دیکھئے ! پہلی بات تو یہ ہے کہ تمام حکومتوں نے اس بات پر اتنی توجہ نہیں دی جتنی ہم نے دی کہ
privatisation stock market کے ذریعے کی جائے ۔

We introduce this programme of privatisation for the people.

وہ ہم نے اس لئے کیا کہ ہم چاہتے تھے کہ پاکستان کے لوگ enthusiastic ہوں ' وہ privatisation
programme سے خوش ہوں ۔ اور یہ بات میں بڑے فخر سے بتا رہا ہوں کہ ہم نے چار لاکھ تک پاکستانیوں
کو مختلف کمپنیوں کے shares دیئے اور اب کوٹ ادو کی privsatisation ۲۱ تاریخ کو ہوگی تو اس
کے بعد تقریباً سوا سات لاکھ پاکستانیوں کو ہم ان assets کے shares دیں گے ۔ اور جو سب سے اچھی
بات ہے وہ یہ ہے کہ یہ shares جو سترہ ارب روپے ہیں ہم نے چار لاکھ پاکستانیوں کو دیئے ۔ ان کی
قیمت میں تیس ارب روپے کا اضافہ ہوا ۔ these are real numbers. تو تیس ارب روپے ' چار لاکھ
پاکستانی families کو privatization programme کے through دیئے گئے ۔ اور شاید پاکستان کی
تاریخ میں ایسا کوئی single initiative نہیں ہے جس میں تیس ارب روپے عام پاکستانی شہریوں کو
ایک پالیسی کے تحت دیئے گئے ہوں۔

Coming back to the question کہ ہم نے KESC کو بھی اسی طرح سے کیوں نہ کیا ؟

جناب! یہ two track policy ہے ۔ اس میں کچھ چیزیں privatization for the people

programme کے تحت کی جا رہی ہیں اور کچھ چیزیں statistics کے تحت کی جا رہی ہیں اور stock market کے through کرنے کے لئے ایک limit ہے ۔ کیونکہ اگر آپ government is Mr. Chairman, one way operator in the stock market, it can only supply stocks, it can not buy stocks, therefore, اگر حکومت زیادہ shares stock market میں supply کردے گی تو پاکستان کی جو stock market میں momentum ہے وہ بذات خود خطرے میں پڑ جائے گا and therefore, one has to place in sequence these offers in to the stock market, and we have to do it very prudently and we have to take the advice and knowledge of expertise لیکن اس کے باوجود اگر آپ لوگوں کو privatization of the people programme میں کوئی رائے دینی ہے ، کوئی مشورہ دینا ہے ، اسے کسی direction میں لے جانے کے لئے آپ کے پاس کوئی opinion ہے تو we will welcome, but we think, we are trying to do the best we can میرے خیال میں I feel, I have covered the issues that were raised.I think that there are other committees in the House and we will welcome more of the opportunity to give further details. ، جتنا ہمیں پتا ہے اتنا ہم آپ کے ساتھ share کرنے کے لئے ،ہمیشہ تیار ہیں ۔یہ بات کہ آگے چل کر privatization کے اوپر یہاں بحث ہو اور یہ کہ اس کے خدوخال کیا ہوں ، اس کی direction کیا ہو ، اس کا magnitude کیا ہے also we welcome, but I would end with one point کہ this is a policy which is a pro-people of Pakistan and it is directly affecting the image of Pakistan, and we should rise above partisan politics, because آج ہم لوگ ہیں ، کل شاید آپ ہوں and we must think کہ something is working and if the world is acknowledging that Pakistan is working on a good programme, a transparent programme, and it builds the credibility and image of Pakistan then as true patriots, we should all support it, and with no reservation. Thank you Mr. Chairman, and thank you everybody for the patience to hear me.

جناب چیئرمین، جی ۔

سینیٹر الیاس احمد بلور ، میری گزارش ہے کہ Minister Sahib بھی نہیں ہیں ۔ اب یہ نہیں کہ اسے dead کردیا جائے ۔ یہ بہت important ہے ۔ I request you sir.

جناب چیئرمین، وسیم صاحب! جتنے بھی adjournment motions ' itmes وغیرہ جو Oil and Gas کا آپ نے کہا تھا' بعد میں کرنے ہیں۔

سینیٹر وسیم سجاد، کل کرلیں۔

جناب چیئرمین، Admit کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر call attention notice بھی ہیں ' I think سب اکٹھے کرکے کرلیں۔ ٹھیک ہے۔ خورشید صاحب آپ پڑھ لیں۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد، میں اتفاق کرتا ہوں آپ کی اس رائے سے کہ جو call attention notice ہے وہ بھی شامل کیا جاسکتا ہے۔ آج ہم اسے صرف admit کرلیں کل یا Tuesday کو جب بھی آپ چاہیں اس کو کرلیں۔ تو میں formally پیش کرتا ہوں۔

ADJOURNMENT MOTION:

RE: UNDUE INCREASE IN OIL & GAS PRICES.

I seek the leave of the House to move the following Adjournment Motion :- "The sudden 5% rise in the price of Oil and 8% rise in the price of Gas within a period of one week have doubted that the economy has worstly affected the life of thecommon man". This is a matter of urgent national importance. I, therefore, beg to move that the normal business of the House be suspended to discuss this issue.

(مداخلت)

جناب چیئرمین، میں نے کہا تھا کہ call attention بھی ہے۔

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: Sir, the time is over. Those were presented, this is not the time. I may say, you may look into the order of the business, first comes the recitation from the Holy Quran.

جناب چیئرمین، Leader of the House کو کرنے دیں ' there was some discussion agreement on this.

(مداخلت)

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد، جو carry on discussion ہے ' اسے ہونے دیجئے ' Motion اس کے بعد لے لیں---

Mr. Chairman: This is mutual agreement.

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی، Actual آپ rule کے تحت پیش نہیں کر سکتے۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد، Point of Order کے فوراً بعد یہ اٹھایا تھا۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی، یہ ویسے کر سکتے ہیں۔

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر، جناب چیئرمین! اگر mutual agreement بھی ہو، میں تو دونوں لیڈروں سے یہ دست بستہ عرض کروں گا کہ rules کے مطابق چلیں اور rules کے مطابق وہ arrangement کیا کیجئے۔ Rules کو بالائے طاق رکھ کر نہ کیا جائے۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی، یہ صحیح فرما رہے ہیں۔

جناب چیئرمین، بھنڈر صاحب! آپ بھی اس دن موجود تھے اور leaders نے بھی یہی بولا ہے کہ rules House کی facilitation کے لئے ہیں، House ہی نے بنائے ہیں، یہ House ہی کو represent کرتے ہیں، اگر یہ unanimously agree کرتے ہیں تو اس کی value پر وہ جا رہے ہیں۔ آپ جو کہیں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر، آپ سے نہیں کر رہا، میں لیڈروں سے عرض کر رہا ہوں کہ خدارا! یہ Rules of Procedure جو آپ نے بنائے ہوئے ہیں، agreement ان کے تابع کیا کیجئے۔ یہ adjournment motion لائیں، جناب! یہاں لایا کریں، سارے یہاں لائیں، وقت پر لائیں، sir, اس کو وقت پر لا کر decorate کریں۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین، وسیم صاحب۔ بلور صاحب تشریف رکھیئے، point صحیح کریں، rules کے حساب سے۔ He has got a valid point وسیم صاحب۔ Please, please, let them be expunged from there, no personal remarks.

سینیٹر وسیم سجاد، بھنڈر صاحب بات تو درست کر رہے ہیں جب adjournment motion move کیا جاتا ہے تو Minister is asked کہ آپ کو اعتراض ہے کہ نہیں ہے، oppose کرتے ہیں کہ نہیں کرتے پھر اس پر بات ہوتی ہے۔ میرے خیال میں آج تو وزیر بھی نہیں ہیں۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی، جناب! میں Parliamentary Affairs کا وزیر ہوں۔

سینیٹر وسیم سجاد، sorry جی۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی، میری collective responsibility ہے۔ نہیں جناب والا! بات یہ ہے کہ۔۔

جناب چیئرمین، وسیم صاحب! کیا کہہ رہے کہ کیا کرنا چاہیے؟

سینیٹر وسیم سجاد، میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ بھنڈر صاحب نے جو بات کی ہے، وہ صحیح کی ہے۔

جناب چیئرمین، بھنڈر صاحب بڑے تجربہ کار ہیں، ماشاء اللہ صحیح point out کرتے ہیں۔

سینیٹر وسیم سجاد، یہی procedure ہوتا ہے کہ جب adjourment motion move کیا جائے تو پھر وزیر سے پوچھا جاتا ہے کہ آپ اس کو oppose کرتے ہیں کہ نہیں کرتے ہیں جو متعلقہ وزیر ہوتا ہے، وہ اس پر جواب دیتا ہے، procedure تو یہی ہے۔ بے شک چیک کر لیں، اس میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی، جناب والا! question of privilege آتا ہے پھر adjournment motions آتی ہیں۔ جناب والا! پھر reports lay ہوتی ہیں، پھر legislative business ہے، پھر call attention notice, adjourment is not at the end of the sitting.

(مداخلت)

Senator Mian Raza Rabbani: Mr. Chairman! Can I just....

جناب چیئرمین، آپ کی بات سن لی ہے، اب ان کو بھی سن لیں۔

سینیٹر میاں رضا ربانی، جناب چیئرمین صاحب! میں پروفیسر صاحب سے یہ request کروں گا کہ ویسے تو بات یہی طے ہوئی تھی کہ آج ابھی take up کر لیں گے کیونکہ اس کو اتنا بڑا issue بنایا جا رہا ہے تو میں پروفیسر صاحب سے یہ request کروں گا کہ کل اس کو Question Hour کے بعد take up کر کے اور کل ہی اس پر discussion کر لیں۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی، نہیں، نہیں یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے until and unless leave is granted then it is admitted and comes under discussion تو اب بات یہ ہے کہ میری دونوں لیڈروں سے بھی گزارش ہے، Leader of the House and Leader of the Opposition, whenever they decide something کم از کم ہم Minister ہیں، ہم ذمہ دار ہیں،

جوابدہ ہیں ' criticise ہم پر ہوتی ہے یا we are answerable to this House, we are answerable to everybody تو ہمیں یہ حکم دے دیا کریں کہ فیصلہ ہم کر چکے ہیں۔ لہذا' we have opposed.

جناب چیئرمین، نہیں، نہیں coordination ہونی چاہیے اور I think ہو بھی رہی ہے ' اس میں اگر کوئی کوتاہیاں ہیں تو اس کو بھی پورا کیا جائے۔

سینیٹر وسیم سجاد، ان کو criticise نہیں کریں گے that be agreed, we will not criticise. ٹھیک ہے جی۔

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: We must be taken to task, we allow that لیکن with merits یہ ایسے نہیں ہے' یہ مک مکا ہو۔ جناب چیئرمین! یہ مک مکاؤ والی policy ختم ہونی چاہیے۔

جناب چیئرمین، جو consensus ہے' وہ House کی smooth functioning کے لئے ہے' problem مک مکاؤ کا ہے' contention کا مک مکاؤ ہے کہ House smoothly چلے' یہ مقصد ہے۔

(مداخلت)

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی، جناب والا! یہ مک مکاؤ نہیں' rules کے تحت جو چاہیں' کروائیں' ہم ان کے لئے تیار ہیں' ہمیں پتا ہونا چاہیے۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار۔ ہمیں چھوڑیں' اپنی پولیس کے ساتھ تو پیار محبت کریں۔

Mr . Chairman: We will take call attention notice and adjournment motion tomorrow after the Question Hour and we shall convene tomorrow at 10 a.m. Insha Allha.

سبحان ربک رب العزت عما یصفون وسلمٌ علیٰ المرسلین والحمد لله رب العالمین۔

[Then the House was adjourned to meet again on Friday the 11th of February at 10. a.m.]